اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۴
شمارہ ۱۰

ذی الحجہ: ۱۴۰۹ھ
جولائی: ۱۹۸۹ء

بانی
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

تحریک انقلاب اسلامی
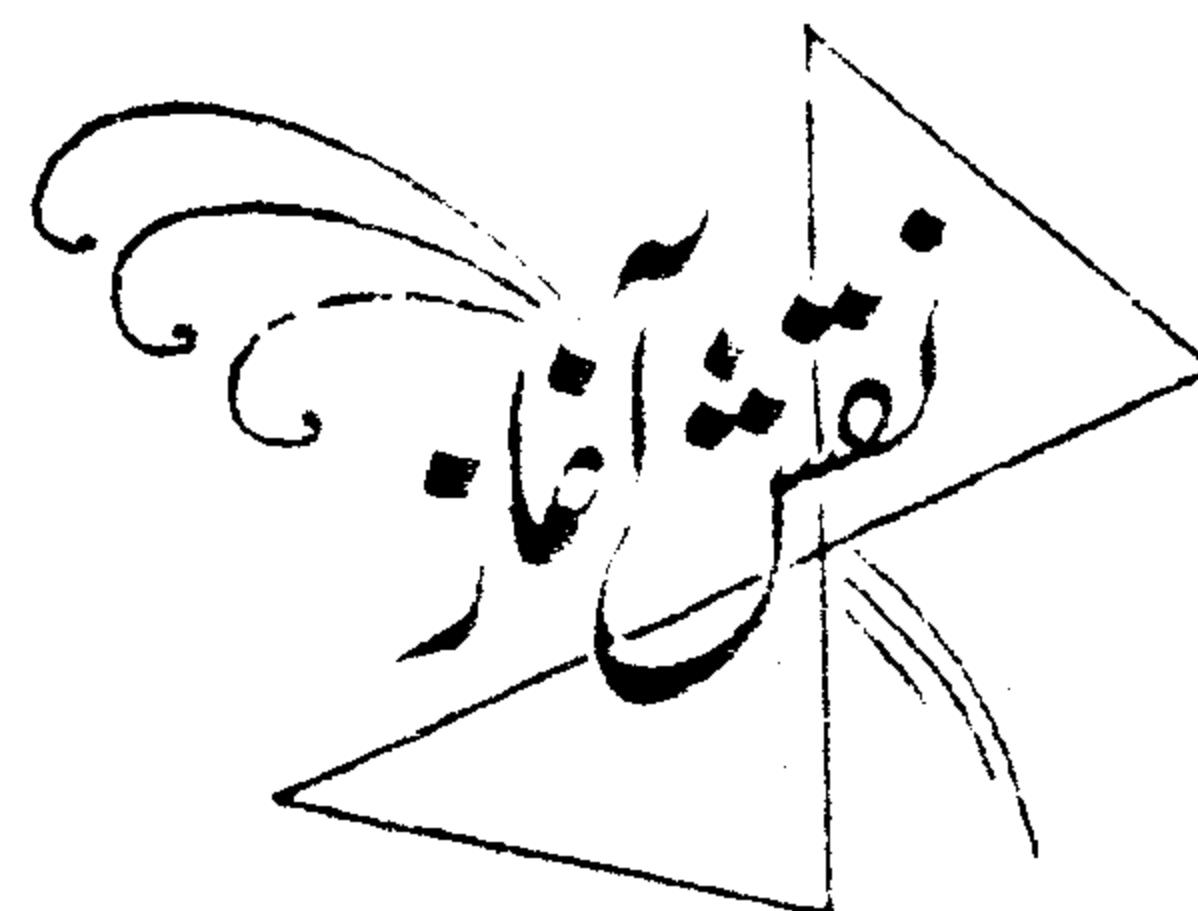
قومی آزمائش کا حساس اور نازک ترین مرحلہ
پس منظر، ضرورت و اہمیت اور اہداف و عزائم

مسلمان قوم کو باری تعالیٰ نے کائنات میں اپنا نمائندہ اور فرائض اور ذمہ داریوں کے لحاظ سے "امتِ وسط" بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت دکھلائے اور حق و سلامتی اور نجات و فلاح کے سنگ میل قائم کرے ــــ مگر بدقسمتی سے موجودہ حالات اور مغربی افکار و نظریات، جدید تہذیب اور مادیت و لادینیت کی یلغار اور سب سے بڑھ کر عام افرادِ امت کی عمومی غفلت کے پیشِ نظر "امتِ وسط" خود حق اور سلامتی اور ہدایت کی راہ سے ہٹ کر ہلاکت و رسوائی اور ضلالت و بربادی کے مہیب غاروں اور گمراہی کے اندھیاروں کی طرف سرپٹ دوڑے چلی جا رہی ہے اور انسانیت کے قافلے اس کی تباہی کے روح فرسا اور شرمناک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ــــ

گرا دی اپنی قیمت، ہم نے اپنی ہی نگاہوں میں
برا ہم خود ہی سمجھیں گے تو اچھا کون سمجھے گا

درحقیقت امتِ مُسلمہ خدا تعالیٰ کے پیغام کی علمبردار بن کر اس کے دُنیوی اور اُخروی انعامات کی مستحق بنی تھی، اسے تمام کائنات میں فضل و شرف کا امتیازی مقام حاصل تھا۔ اسی مقصد اور اسی مشن کے تکمیلی کام اور بہترین کارکردگی کے پیشِ نظر "خیرِ امت" کا تاج اس کے سر پر سجایا گیا تھا مگر بدقسمتی سے اب کے مادی اور الحادی دور میں اس نے اپنے اصلی فرائض سے غافل ہو کر خالقِ کائنات کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دی اور تباہی و رسوائی کے عمیق گڑھوں میں جا گری کہ چودہ سو سال کی تاریخ میں اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی ــــ باری تعالیٰ کی یہ سُنّت ہے کہ جو گروہ بھی اسلام کی سچائیوں، دعوت و عزیمت، توحید کی صداقتوں اور نظامِ شریعت کی وُسعتوں اور حق و صداقت کے واضح راستوں سے انحراف کر کے کسی دوسری راہ کو اختیار کرتا ہے تو قدرت اسے مختلف قسم کی ناکامیوں اور بربادیوں سے دوچار کر دیتی ہے۔

مملکت عزیز پاکستان میں بھی جب خدا کی بندگی کا دعویٰ کرنے والی قوم مجموعی طور پر بندگی اور عبدیت کے تقاضوں

کو پورا کرنے کے بجائے خالقِ کائنات سے بغاوت اور معصیت و اعراض کی گندگی والی زندگی پر آمادہ ہوگئی ہے تو کائنات
کے مالک نے اسے دنیا میں مختلف قسم کے شدائد اور مصائب، بحرانوں، تخریب کاریوں، بدامنی، بے چینی، قتل و غارت گری،
صوبائی عصبیت، لسانی اور مذہبی فرقہ واریت، دھماکے، باہمی انتشار اور اب عورت کی حکمرانی سے عالمی رسوائیوں میں
مبتلا کر دیا ہے اور حالت یہ ہے کہ اہلِ دنیا ان کی حالتِ زار دیکھتے ہوئے ایک دوسرے کو عبرت پکڑنے کی دعوت
دے رہے ہیں ـــــ یہ حالت محض تباہی اور بربادی کی آخری حالت ہی نہیں بلکہ بے بسی اور بے چارگی اور
ذلت و رسوائی کا پست ترین مقام بھی ہے۔ اور اب ہماری قوم کی کیفیت دنیا والوں کی نظر میں اس بدترین مجرم کی سی
ہوگئی ہے جسے پہلے تو ذلت کے ساتھ قتل کیا جائے پھر اس کی لاش کی بے حرمتی کی جائے اور آخر پر اسے درخت پر لٹکا
دیا جائے تاکہ دوسرے لوگ اس جرم کے ارتکاب سے باز رہیں۔

ہمیں ہماری بداعمالیوں کی سزا وقتاً فوقتاً مختلف طریقوں سے ملتی رہی مگر نگاہِ عبرت وا نہ ہوئی تو مملکتِ عزیز
دولخت کر دی گئی تب بھی آنکھیں نہ کھلیں تو اب لادینیت کے عفریت کے گلے میں پوری قوم کو عام عبرت پذیری کے
لیے لٹکا دیا گیا اور عورت کی حکمرانی سے پوری دنیا میں اس پر عالمی رسوائیوں کی مہر لگا دی گئی ـــ

وہ محترم نہ رہے گا کسی کی نظروں میں
تیری نظر جسے بے آبرو کیا چاہے

چاہیئے تو یہ تھا کہ اربابِ اختیار، قومی رہنما، دینی زعماء، اہلِ علم و بصیرت، دانشور اور مدیرانِ جرائد اور عام
اصحابِ قلم اس نازک مرحلہ پر ملک کی موجودہ تشویشناک صورت حال پر غور و خوض کر کے اُن اسباب کی نشاندہی کرتے
جن کی وجہ سے پاکستان کے مسلمانوں پر یہ قیامت ٹوٹی ہے اور وہ اس روزِ بد کے دیکھنے پر مجبور ہوئے ہیں اور پھر نہ صرف
یہ کہ انہیں مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا جاتا بلکہ وہ تدابیر بھی متعین کر دی جاتیں جنہیں اختیار کر کے انقلابِ اسلامی
کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے اور اب کے رو بہ زوال حالات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

مگر بدقسمتی سے جب سے نیا سیاسی انقلاب رونما ہوا ہے تب سے ماضی کی لغزشوں اور مجرمانہ غفلتوں کو پھر سے
دہرایا جا رہا ہے، اور اُن تمام تدابیر کے اختیار کرنے سے قصداً گریز اور فرار کیا جا رہا ہے جن کے اختیار کرنے سے ملک کی
اساسی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور تعمیرِ نو کا کام بڑی آسانی سے کیا جا سکتا تھا ـــــ آئے دن اخبارات، نشریات
اور عام جرائد میں دینِ اسلام کی سچائیوں، اسلامی نظام کی کامیابیوں اور شریعت کی جامعیت کے خلاف ایسے مضامین
اور تحریریں شائع کی جا رہی ہیں جن میں تحریک پاکستان کے واضح مقاصد اور خدا اور خلقِ خدا سے کیے گئے وعدوں سے
انحراف اور انکار میں کوئی باک محسوس نہیں کی جاتی ـــــ اور حال یہ ہے کہ خود حکومتی سطح پر قومی پروگراموں میں
ترجیحی بنیاد پر ایسے پروگرام، نشریئے، تقریبات اور محفلیں سجائی جاتی ہیں جن میں معیشت اور معاشرت، قانون و سیاست

تعلیم وتربیت اور تمدن وثقافت، غرض زندگی کے تمام میدانوں میں خدا کے دین اور اس کے نظام سے کھلی بغاوت کی انگیخت کی جاتی ہے ——— اور بدقسمتی سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور اسلامی قدروں کی ترویج اور پیروی کے بجائے بھرسے شراب، جوئے، زنا، فواحش وبے حیائی، اختلاطِ مرد وزن، لادین تہذیب اور غیر اسلامی کافرانہ باغیانہ اور ملحدانہ نظریات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

زندگی کی ہر سطح پر منافقت اور دورنگی کا دور دورہ ہے، عہدوں اور اقتدار کی جنگ، ذاتی اغراض اور مفادات کی کشمکش، فسق وفجور کے فروغ، اجتماعی اور انفرادی ہر شعبۂ حیات میں ظلم، ناانصافی اور دین و اخلاق سے بے پروائی کو زندگی اور اپنی مساعی اور معاملات کا محور بنا لیا گیا ہے ——— شبانہ روز کی محنتوں، دماغی استعداد، فکری اور تحریری صلاحیتوں اور ادبی، تفریحی اور مطالعاتی سرگرمیوں کا ہدف یہی رہ گیا ہے کہ شریعتِ اسلامی کی ترویج اور غلبہ ونفاذ کی راہ کو قطعی طور پر مسدود کر دیا جائے اور پاکستان کے مسلمانوں پر موجودہ صورتحال سے بھی بڑھ کر روز افزوں انتشار، خانہ جنگی، لادینیت، دہریت، نسلی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں اور فسطائیت کے سیاہ بادل مزید چھاتے چلے جائیں ؎

ہنس کے بولے اب تجھے زنجیر کی حاجت نہیں
اُن کو میری بے بسی کا اعتبار آ ہی گیا

پاکستان کے قیام کے بعد جو نظامِ تعلیم، جو تمدن ومعاشرت اور جو نظامِ اجتماعیت وسیاست یہاں رائج کیا گیا اس نے پوری قوم بالخصوص نئی نسل کو پاکستان کے نظریے، اس کے مقاصد، اس کی ضرورت، تاریخ اور روایات اور اس کے عالمگیر مشن سے نہ صرف یہ کہ ناآشنا رکھا بلکہ اُلٹا اس درجہ بیگانہ کر دیا کہ مسلم معاشرہ کے اندر کثیر تعداد میں جاہلیتِ قدیمہ وجدیدہ کے ایسے علمبردار پیدا ہوگئے جنہوں نے اسلام اور دینی قدروں کے مقابلے میں ملحدانہ نظریات اور باغیانہ اطوارِ زندگی کی خاطر قربانیاں دیں، اور اب کا سیاہ انقلاب بھی اسی کا ثمرہ ہے۔

پوری قوم دیکھ رہی ہے کہ سیاستدانوں سمیت عام افراد اور اربابِ اختیار نے حکمرانی کے وہ طریقے اپنا لیے ہیں جو حقیقی جمہوریت کی نفی ہیں، شریعت سے بغاوت ہیں، سیدھے سادے اسلامی طریقے سے حکومت چلانے کے بجائے یہاں مسلسل محلاتی سازشوں، فوجی انقلاب، آ[illegible] [illegible] کی فرسودہ اور لادینی جمہوریت کا راستہ اختیار کیا جاتا رہا جس کے نتیجے میں مفاد پرست سیاسی عناصر، خودغرض سول بیوروکریسی اور طالع آزما فرنگی مُہرے نتائج سے بے پرواہ ملک کے سیاہ وسفید کے مالک بن بیٹھے ہیں۔ جس سے سیاسی اور معاشی محرومیاں اور شدید بے اعتدالیاں اور دینی تجاوزات نے جنم لیا اور جس سے ملک کو ایک آتش فشاں میں تبدیل کر دیا گیا ہے ؎

انقلابات ابھی دیکھئے لائے کیا کیا
دوش سے زُلف تیری تا بہ کمر ہونے تک

نئے حکمرانوں کے ہاتھوں مغرب کی اخلاق سوز ثقافت، شراب، زنا، جُوا اور دسیوں فواحش و منکرات کی مختلف النوع تباہ کاریاں
ے وملت پر وارد ہو رہی ہیں ۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری قوت کے ساتھ ان برائیوں کا خاتمہ کریں کیونکہ اُن کی
اور استحکام کا انحصار ایسی تمام سماجی برائیوں کے استیصال پر موقوف ہے۔

مسلمان قوم اللہ تعالیٰ کی توحید کی قائل، اس کی ربوبیت کی معترف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت گذار
۔اس کی اساس اور بنیاد ہی خدا کی اطاعت اور اس سے وفاداری پر قائم ہے۔ لہٰذا مسلمان قوم خدا تعالیٰ کی نافرمانی
بیت اور بغاوت کی راہ اختیار کر کے کبھی بھی فلاح اور سعادت سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔

علماء، دینی قوتوں، اہلِ بصیرت بالخصوص متحدہ علماء کونسل کے داعیین و قائدین اور تحریک انقلاب اسلامی
داعیوں اور بہی خواہانِ قوم و ملّت سے پرزور اپیل اور دردمندانہ درخواست ہے کہ قومی آزمائش کی اس کٹھن
ی میں ہمہ گیر اصلاح و تعمیر اور کامیاب تحریک انقلاب اسلامی کے لیے ایک نئے بھرپور اور مستحکم عزم کے ساتھ اُٹھیں
اپنی قومی اور ملی عزّت اور وقار کو بحال کرنے اور اپنے خدا کی بارگاہ میں سرخروئی اور اس کی رضا کے حصول کے لیے
ے وملت کو اس کی اصل منزل سے ہمکنار کرنے کی جدّوجہد میں کسی سے پیچھے نہ رہیں ؎

وفاداروں میں گرچہ اور لوگوں کا بھی نام آئے
تمہیں آگے رہو! جب آزمائش کا مقام آئے

(عبدالقیوم حقانی)

ضبط و ترتیب : مولانا عبد القدیر مردانی

الشیخ دکتور عبد اللہ عمر نصیف
حضرت مولانا پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی

دار العلوم حقانیہ

اتحادِ امت اور جہادِ افغانستان

الشیخ دکتور عبد اللہ عمر نصیف سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی اور جناب پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی صدر افغان عبوری حکومت کے مورخہ ۲ جون ۱۹۸۹ء کو مرکز علم دار العلوم حقانیہ تشریف آوری کے موقعہ پر نماز جمعہ سے قبل اساتذہ و مشائخ اور طلبا اور عامۃ المسلمین سے خطاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

الشیخ دکتور عبد اللہ عمر نصیف کا خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقعہ مرحمت فرمایا کہ آپ کے اس عظیم جامعہ دار العلوم حقانیہ، جس کی مرکزیت اور تاریخی کردار سے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا، کی زیارت کر سکوں۔ اور پھر یہاں کے اکابر مشائخ اور آپ حضرات کی ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہو گئی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ آپ کو علوم دینیہ کے اندر مشغول رکھا ہے، تحصیل علم دین اور اشاعتِ علم کی توفیق بخشی ہے۔

یہ دور بہت پرفتن دور ہے۔ اس دور میں مختلف طریقوں سے عجیب و غریب اور خطرناک فتنے عالم اسلام پر مسلط ہو رہے ہیں، فتنہ اور فساد پورے معاشرہ میں پھیل چکا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔ ( )

طلب علم اس زمانے میں ایک عظیم جہاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلا جائے اور علم حاصل کیا جائے اور اس پر

تمام عالم اسلام کو دین حق کی طرف دعوت دی جائے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی کوشش کی جائے اور اصلاح معاشرہ کی سعی کی جائے کہ یہی رضائے الہی کا راستہ اور قرب خداوندی اور نجات و فلاح کا راستہ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کا قیام محض اسلام کی خاطر عمل میں آیا تھا، اب یہاں کے مسلمان اس عظیم مقصد کے حصول اور اس مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں اس بات کے بہت زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اپنی کاوشیں منظم کریں، نوجوانوں کی تربیت کریں، باہمی اعتماد اور بھرپور اتحاد کا مظاہرہ کریں، کیونکہ پاکستان کی اسلامی حیثیت اور اس کی نظریاتی اساس کے خاتمہ کے لیے بہت بڑی سازشیں کی جارہی ہیں۔ اسلام دشمن قوتیں مستعمرین، صیہونی اور یہودی سب یہی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر نفاق پیدا کیا جائے اور پھوٹ کی فضا قائم ہو اور اسلامی معاشرہ کو تہس نہس کرکے افتراق و انتشار کو ہوا دی جائے ـــــــ اس عظیم جامعہ (دارالعلوم حقانیہ) کا یہ فریضہ ہے کہ ان سازشوں کی مدافعت اور بھرپور مقابلہ کرنے کے لیے اپنی کوششیں تیز سے تیز تر کردے اور اپنی سابقہ تاریخی اور شاندار روایات کو قائم رکھے۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپس میں تعلق و الفت، محبت، اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کریں کیونکہ سارے مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں مسلمان آپس میں تعاونوا علی البر والتقوی کریں۔ یعنی نیکی اور تقویٰ کی باتوں میں ایک دوسرے کی نصرت و حمایت کریں ـــــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان سارے کے سارے بمنزلہ جسد واحد کے ہیں جس کے تھوڑے سے حصے کو تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف میں رہتا ہے۔

مجھے اور پورے عالم اسلام کو اس بات پر بے حد مسرت ہوتی ہے کہ جامعہ حقانیہ جہاد افغانستان کی امداد و حمایت میں پورے اخلاص سے حصہ لے رہا ہے اور جامعہ ہذا کے فضلاء، اساتذہ اور طلبہ کی اس عظیم جہاد میں بھرپور نمائندگی اور قیادت کا مرکزی کردار ہے۔ جہاد افغانستان واقعتہً ایک عظیم جہاد ہے، اس کی تکمیل اور کامل فتحمندی کیلئے مسلمانوں کی صفوں میں باہمی اعتماد، یکجہتی اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ مجھے یہ سنکر بھی بہت مسرت ہوتی ہے کہ اس جامعہ حقانیہ کا افغان قائدین، مجاہدین اور مسلمانوں کی صفوں کے اندر اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی بڑا حصہ اور بنیادی کردار ہے۔

اور ہم بھی اور پوری امت مسلمہ ایسے عظیم جامعات کی طرف محتاج ہیں کہ ان کے فضلاء اور علماء مسلمانوں میں وحدت پیدا کریں، ان کے تشخص کا بچاؤ اور حفاظت کا اہتمام کریں۔ اور یہ کام جامعہ حقانیہ جیسے اسلامی جامعات اور ادارے ہی کرسکتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا یہ اخلاص، للہیت اور یہ سلسلۂ جہاد جاری اور مستحکم رکھے۔

جس طرح آج کا عمومی ماحول اور اجتماعی معاشرہ بگڑ چکا ہے تو اس کی درستگی اور اصلاح کے لیے بڑے حوصلے، حکمت عملی، دور اندیشی اور صبر و استقامت کی ضرورت ہے، یکدم اور فوری طور پر ہم انقلاب برپا نہیں کرسکتے بلکہ یہ جدو

سالہاسال تک اور صبر آزما مراحل اور بڑی قربانیوں کی محتاج ہے۔کیونکہ فساد کی رفتار بہت تیز ہے،جس طرح آگ فوراً جنگل میں پھیل جاتی ہے اسی طرح خرابی، بربادی اور فساد بھی تیزی سے معاشرہ کے اندر پھیل جاتا ہے اور پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اور بھلائی و اصلاح کی رفتار بہت کم ہے کیونکہ نفسِ انسانی بھی شہوات کی طرف آسانی سے مائل ہوتا ہے۔تو ہم علم صحیح، عقیدۂ صحیح اور صحیح حکمتِ عملی کا راستہ اختیار کریں گے تب کہیں جاکر کامیاب ہوں گے۔

آپ کا اور جامعہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا نہایت شکر گذار ہوں کہ آپ نے میرا والہانہ استقبال کیا۔اور اتنی محبت واخلاص کا مظاہرہ کیا، اور مجھے یہاں کے علمی و دینی ماحول، یہاں کے دینی کام، یہاں کے اساتذہ و طلبہ اور بابرکت مقامات کی زیارت سے سعادتمند ہونے کا موقع بخشا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ اور آپ کی سعی کو جاری و ساری رکھے اور اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازے۔ ان عظیم مقاصد اور انقلابِ اسلامی کے مقدس مشن میں ہم آپ کی، جامعہ حقانیہ کی اور اس کے مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب کی کاوشوں کی پوری تائید اور حمایت جاری رکھیں گے۔

اسی مناسبت کے ساتھ میں مولانا صبغۃ اللہ مجددی کی جامعہ حقانیہ میں تشریف آوری پر بھی بہت خوش ہوں اور ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔اور افغان مجاہدین نے میدانِ جنگ میں جس صبر و استقامت اور حوصلہ کا ثبوت دیا ہے پورا عالم اسلام اس کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔اور ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہادِ افغانستان کو سازشوں اور فتنوں سے محفوظ و مامون رکھے اور اس عظیم جہاد کو کامیابی سے ہمکنار فرمادے۔ آمین

حضرت مولانا پروفیسر صبغۃ اللہ مجددی صدر افغان عبوری حکومت کا خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد!

حضرات علماء کرام، مشائخ عظام، عزیز طلبہ! مخدوم محترم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں بھی چند منٹ آپ حضرات سے کچھ باتیں کرلوں۔اب جو افغانستان کا عظیم جہاد شروع ہے اور اس کی فتح و نصرت میں قدرے تاخیر ہورہی ہے اس میں اولاً ہمیں اپنے کردار اور اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہیئے، سب سے پہلے اپنی اصلاح کرلینی چاہیئے۔ واصلحوا ذات بینکم.... الخ

افغانستان میں جو ہم پر مصیبتیں آئی ہیں، مصائب کے پہاڑ ٹوٹے ہیں یہ سب ہمارے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے۔ مگر الحمدللہ کہ افغان قوم نے بیداری کا ثبوت دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و انذار کے تازیانے کو سمجھے تو مقابلہ میں ڈٹ گئے، جہاد کیا اور خدا کا فضل و کرم ہے کہ روسی فوجیں افغانستان میں پسپا ہوگئیں۔

اللہ پاک نے افغان مجاہدین کو روحانی اور ایمانی قوت کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی مادی طاقت بھی مرحمت فرمائی۔ آج جو پاکستان کے مسلمان، عالم عرب اور دنیائے انسانیت کے مسلمان ہماری مدد کر رہے ہیں یہ سب اللہ تعالےٰ کی توفیقات اور عنائیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جہاد اور ہجرت کی توفیق مرحمت فرمائی اور آپ حضرات کو انصاریت کا مقام بخشا۔ بالخصوص مرکز علم دار العلوم حقانیہ، اس کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مرحوم و مغفور اور مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ہمیشہ ہماری سرپرستی فرمائی، افغان مجاہدین کی بھرپور نصرت کی۔ یہاں کے فضلاء اور طلبہ نے میدان کارزار میں ہمارے شانہ بشانہ چل کر کارہائے نمایاں انجام دیئے اور شہادت کا مقام پایا۔ آپ حضرات کا یہ بھرپور تعاون، نصرت و حمایت اور یہ انصاریت اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اس پر (انشاءاللہ) بہترین اور کامیاب نتائج مرتب ہوں گے۔

میں آپ حضرات، علماء کرام، مشائخ عظام، طلبہ اور عامۃ المسلمین کا قیمتی وقت زیادہ نہیں لینا چاہتا، یہ تو صرف حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے امر اور حکم کی تعمیل کی غرض سے چند معروضات عرض کر دیں۔ اللہ کریم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین
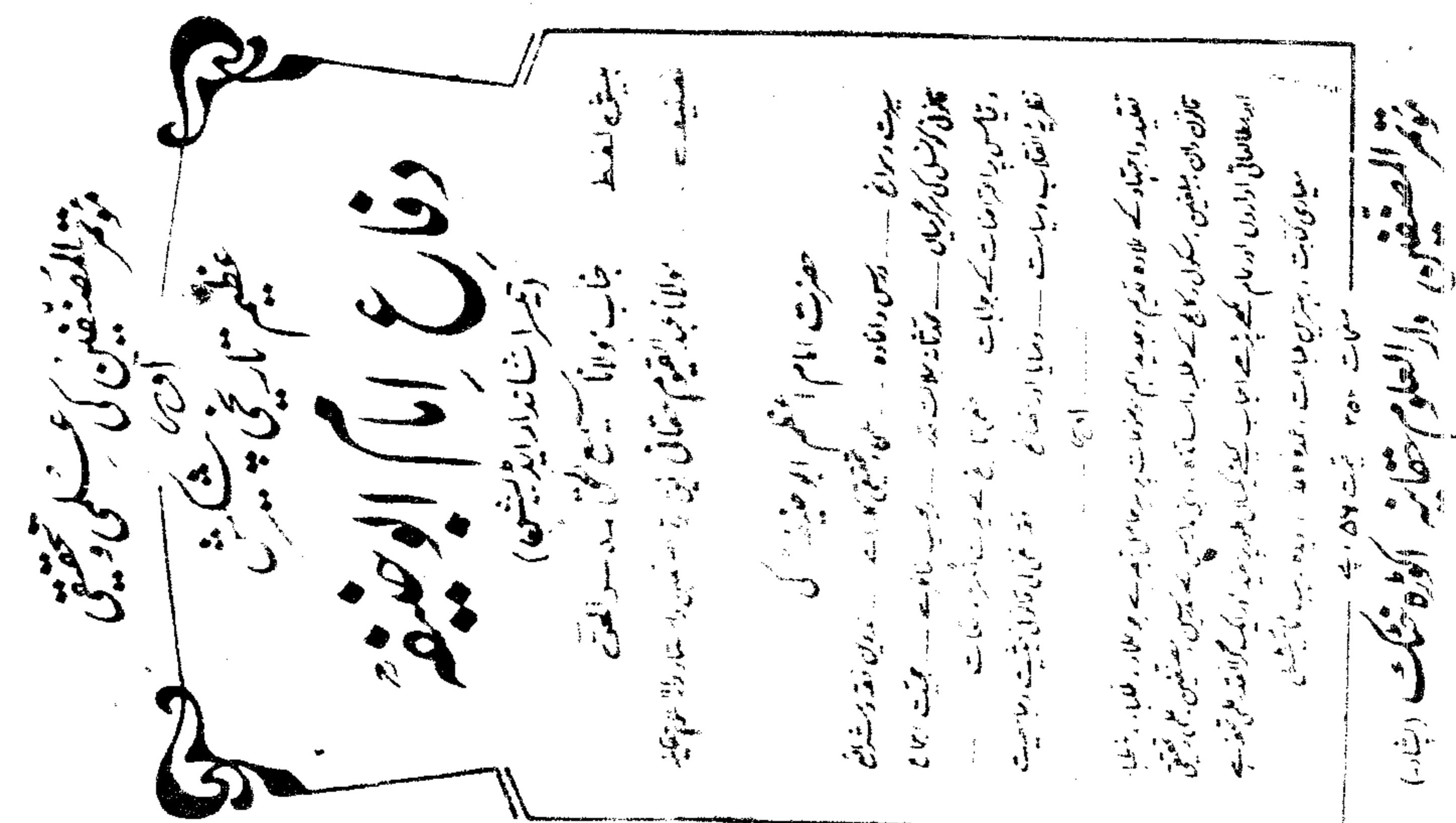
مولانا سعید احمد عنایت اللہ
مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

مناسکِ حج

اجمالی تعارف ـــ اور ـــ فلسفہ وحکمت

احکامِ شریعت اور بندہ | احکامِ شریعت کی ادائیگی میں اصل داعیہ تو رضائے الٰہی کا حصول اور شارع علیہ السلام کی اتباع وتعمیلِ ارشاد ہے کیونکہ شریعتِ مطہرہ کے جملہ احکام وحیِ الٰہی سے مقرر کردہ ہیں جو سراسر بندوں کی دنیوی، اُخروی مصالح اور دارین کی سعادت کے ضامن اور فلاح کا واحد طریقہ ہیں۔ بندے کا کام تو صرف ان احکام کی معرفت اور اس کے بعد بکمالِ بندگی طاعت بجالانا ہے۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کی طلب اور اتباع کے بندے مامور ہیں۔ وان ھٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ـــ احکامِ شریعت کے اسرار ورموز اور حکمتیں تو علیٰ وجہِ الکمال تو وہی ذاتِ عالی جانتی ہے جس نے ان احکام کو وضع فرمایا۔ علمائے امت میں سے بعض عارفین واہلِ فضل نے ان احکام کے اسرار و رموز اور مصالح کو بیان فرمایا۔

اس حلقہ میں ہم اعمالِ حج میں بعض کی حکمتیں بیان کریں گے۔

فریضۂ حج | حج جو ارکانِ اسلام میں رکنِ خامس ہے اور ہر صاحبِ استطاعت اہلِ ایمان پر فرض ہے، مالی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے، اس کی ادائیگی کے لیے شریعت نے یہ اہتمام کیا کہ زمان ومکان کی ہر دو حرمتوں اور عظمتوں کو جمع فرمادیا۔ پورے عالم کے مسلمانوں کو جن پر حج کی ادائیگی فرض ہے حکم دیا کہ وہ حرمت وتقدس والے ایام یعنی اشہرِ حرم میں بلد اللہ الحرام (مکہ مکرمہ میں) کعبہ مشرفہ کے سائے تلے حالتِ احرام میں جمع ہوجائیں۔

عالمی اجتماع | حج ایک مقدس فریضہ ہے، عظیم الشان سالانہ عالمی اجتماع ہے جو نماز باجماعت، جمعہ یا عیدین سے وسیع تر پیمانے پر مسلمانوں کے اتحاد اور باہمی رابطہ کا ذریعہ ہے۔ لاکھوں اہلِ توحید صرف ایمانی رشتہ کی وجہ سے بیت اللہ کے زیرِ سایہ حرمین شریفین کی مقدس سرزمین پر جمع ہو کر وحدتِ ملی کا اظہار کرتے ہیں، ان کی باہمی ملاقات کا منظر ایسا ہوتا ہے گویا ایک باپ کی اولاد آپس میں مل رہی ہے، سب کے سب اسلام کے فرزند ہیں جو ایامِ تشریف اور مقاماتِ مقدسہ میں ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے دینی، دنیوی، مادی، ثقافتی، سیاسی احوال ومشاکل

معلوم کرکے باہم مل بیٹھ کر ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ وَلِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ۔

احرام | روزمرہ کا لباس کام کاج کا ہو یا زیب و زینت کا ترک کرکے احرام پہننا۔ دنیا سے زہد اور رضائے الٰہی میں مکمل انہماک کا مظہر اور اس عبادت (حج) کی عظمت کا اعتراف ہے۔ لباس کو اتار پھینکنے سے مقصود ان اخلاقِ ذمیمہ کو ترک کرنا ہے جن سے آقا اور مولیٰ راضی نہیں۔ اس کی رضا کی خاطر تو عشاق کا یہ لباس دو چادریں پہننا ہے، اپنے آپ کو لباسِ تقویٰ سے آراستہ کرنا ہے۔ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ۔

احرام کی ہیئت تو ہر وقت حاجی کے لیے ایک الارم ہے جو اس کو اس کے ضابطوں کی رعایت اور اس کے آداب و ارکان کی محافظت یاد دلاتا رہتا ہے۔ احرام جہاں انفرادی طور پر مُحرِم کی طرف سے احکم الحاکمین کے سامنے عاجزی و انکساری کا مظہر اور تطہیرِ نفس کا ذریعہ ہے تو اجتماعی طور پر یہ اللہ کے بندوں میں کمال مساوات کی سچی تصویر ہے۔ رضائے الٰہی کے یہ طالبین عادات و لذات کو قربان کرکے مفاخر اور امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر محمود و ایاز سب ایک ہی ہیئت سے ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔

تلبیہ | لبیک اللّٰھم لبیک یہ کلماتِ طیبات حق تعالیٰ شانہ کی اس دعوتِ عمومی پر لبیک کہنا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر بلند کی گئی۔ گویا بندہ اپنے آقا کی پکار پر "جی حاضر ہوں" کہتا ہوا اس کے دربار کی حاضری کے لیے کمربستہ ہے اور پھر دور دراز کے اسفار اور دیگر مشقتوں کا تحمل اور اپنی راحتوں کی قربانی یا امور لبیک کی لذت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ خدا کے حضور حاضری دینے والا یہ بندہ امید اور خوف کے درمیان ایمانِ خالص کے کیف سے معمور و مخمور ہے۔

لبیک کی کثرت اور ورد گویا حاجی کی زبان پر مجاہد کا ترانہ ہے یا عاشقِ صادق کا اپنے محبوب کے ذکر سے رطب اللسان ہونا اور اس کی حاضری کے شوق میں فرح و انبساط کا اظہار ہے۔

حجرِ اسود | یہ مبارک پتھر قدیم آثار میں سے ہے، بیت اللہ شریف سے بھی اس کا تعلق بہت پرانا ہے، حجاج کے طواف کی تنظیم اسی سے ہوتی ہے، یہی نقطۂ آغاز اور طواف کے چکر کیلئے حدِ اختتام ہے۔ یہ پتھر ہے نفع یا نقصان کا مالک نہیں مگر شریعتِ مطہرہ نے اس کی تقبیل اور استلام کا حکم دیا تو یہ معظم اور محترم حجر شعائر اللہ میں شمار ہونے لگا اور علامتِ خیر بن گیا۔ اس کو یمین اللہ کا لقب دیا گیا۔ گویا حاجی اس کی تقبیل یا استلام کرکے طاعتِ الٰہی اور اتباعِ پیغمبر علیہ السلام کا عہد و پیمان کرتا ہے۔

طوافِ کعبہ | اعمالِ حج و عمرہ میں سے عظیم رکن اور عبادات میں سے منفرد عبادت جو کائناتِ ارضی میں سے صرف ایک ہی مشرف و معظم مکان کے ساتھ مخصوص ہے۔ طواف میں ذکر اللہ کا بلند کرنا ہے، انبیاء و رسل کی سُنت

احیاء ہے، اہلِ ایمان کی قوت وشوکت کا اظہار اور ان کی وحدتِ ملّی کا تعارف ہے، اجناس والوان اور اوطان کے امتیازات کو مٹاتا ہے۔ قرآن کریم نے بیت اللہ شریف کو قیاماً للناس ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اہلِ ایمان جب تک اس گھر کا طواف کرتے رہیں گے بخیر و عافیت رہیں گے۔ اہلِ اسلام کا بکمالِ ادب بیت اللہ شریف کا طواف کرنا اس گھر کی عظمت و اجلال کا اعتراف ہے جس کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے، جسے ھدًی للعالمین بنایا گیا، جو ہدایات کا سرچشمہ، انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز وحی ربانی کا مہبط ہے۔ اس کا طواف دراصل قلب وقالب کو حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے عاجز و حقیر بنانا ہے۔ آقا کے گھر کے چکر کاٹنا اس کے ساتھ کمال عبدیت کا منظر پیش کرتا ہے۔ یہ طواف کعبۂ مشرفہ کا تحیہ ہے جبکہ عام مساجد اور بیوت اللہ کا تحیہ دو رکعت نماز نفل ہے۔

دو رکعت بعد از طواف | حرمین شریفین کا قصد، کعبۂ مشرفہ کی زیارت، بیت اللہ الحرام کا طواف اس زندگی میں نعمتِ عظمیٰ ہے۔ طواف کے بعد دو نفل خدا تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم کا شکرانہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندے کو ایسی منفرد قسم کی عبادت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی جو صرف اس مکان کے ساتھ مخصوص ہے، جس کی زیارت کے لیے مسلمانانِ عالم کے قلوب بے قرار ہیں، یہ دو نفل مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھ لیں یا کسی اور جگہ۔ مقامِ ابراہیم (یہ پتھر) خانہ کعبہ کے بانی اور ان کی یادگار کے طور پر ہے کہ خدائے بزرگ و برتر نے اپنے دو عظیم نبیوں کے لیے اپنے گھر کی تعمیر کے موقع پر کس طرح اس پتھر کو مسخر فرمایا۔

زمزم | مبارک پانی کا یہ دائمی چشمہ امرِ الٰہی سے مقدس فرشتہ کے ذریعہ اپنے آغاز میں اسمٰعیل علیہ السلام اور اُمّ اسمٰعیل کی سیرابی کے لیے ظاہر ہوا۔ یہ اقطارِ عالم سے آنے والے ضیوف الرحمٰن کے لیے خدائی دسترخوان ہے جو ہمیشہ بچھا رہتا ہے، ان کے لیے مصدرِ رزق و برکت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ماء زمزم لما شُرِبَ لہٗ ہر مقصد کے لیے نافع ہے۔ یہ اشرف و افضل پانی پیاسے کے لیے پیاس بجھانے والا، بھوکے کے لیے غذا اور بیمار کے لیے دواءِ شافی ہے۔ ظاہری امراض ہوں یا باطنی، حسی ہوں یا معنوی، صحیح عقیدہ اور توکل علی اللہ کے ساتھ خوب سیراب ہو کر پینے والوں کے لیے حصولِ مقاصد کا آسان ذریعہ ہے۔ زمزم جو ایک ہمیشہ رہنے والا چشمہ ہے جس کا پانی پینے والوں کی کثرت یا امطار (بارشوں) کی قلت سے کم نہیں ہوتا، خدا کی سرزمین پر، بیت اللہ شریف کے زیرِ سایہ خدا تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔

سعی صفا و مروہ | صفا و مروہ دو پہاڑ جو بزبانِ قرآن شعائر اللہ میں سے ہیں، جاہلیت اور اسلام ہر دور میں معظم و محترم مقامات رہے ہیں۔ کتنی ہی عظیم قربانیوں کے واقعات ان سے وابستہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اہلیہ (حضرت) ہاجرہ اور معصوم بچے (حضرت) اسمٰعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑنا قربانی کی کتنی بڑی مثال ہے۔

پھر اس جگہ کھڑے ہو کر امِّ اسمٰعیل کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ پوچھنا کہ آپ کیونکر ہمیں یہاں چھوڑ رہے ہیں؟ اے ابراہیم! اگر یہ اللہ کے حکم سے ہے تو وہ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر یہ صابرہ اور عظیم مومنہ اللہ پر توکل کر کے بچے کے پاس مطمئن ہو کر بیٹھ جاتی ہے۔ اب فطری محبت بیوی اور بچے کے لیے جوش مارتی ہے اور ابراہیم علیہ السلام ایسی جگہ پر کھڑے ہو کر جہاں بیوی کو نظر نہیں آ رہے نہ بچے کو دیکھ رہے ہیں محض اللہ کی ذات میں منہمک ہو کر اس ذاتِ عالی سے یہ دعا کرتے ہیں۔

"اے اللہ! میں نے اپنے عیال کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں حرمت والے گھر کے پاس چھوڑا ہے اب تو ہی لوگوں کے دلوں کو متوجہ کر دے کہ اس کی طرف کھچے چلے آئیں اور ان سب اہلِ ایمان کو ثمرات عطا فرما"

آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اس عظیم قربانی کرنے والے جلیل القدر بندے کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح قبول فرمایا۔ ادھر امِّ اسمٰعیل اور اسمٰعیل (علیہ السلام) کو غذا و پانی کی حاجت ہوئی تو قریب ترین صفا پہاڑی ہی تھی جہاں پر کھڑے ہو کر اسباب کا نظارہ کر سکتی تھیں، جب کچھ نظر نہ آیا تو اتر کر جلدی جلدی وادی کو عبور کر کے دوسری طرف کو مروہ پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے، جب وہاں کچھ نظر نہ آیا تو مروہ سے اتر کر وادی کو عبور کر کے صفا پر آئیں اسی طرح جب صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگا کے تھک گئیں تو دیکھا کہ اللہ کی مدد آگئی، جبریل علیہ السلام کی آواز سنائی دی، زمزم کی موجودہ جگہ پر چشمہ ابل رہا ہے، خود پیا اور بچے کو بھی پلایا۔ فرشتے نے بشارت دی کہ جس خدا پر تمہارا توکل ہے وہ تمہیں ضائع نہیں کرے گا، فرشتہ نے مزید بتایا کہ اسی جگہ پر اللہ کا گھر اس بچے اور اس کے باپ کے ہاتھوں تعمیر ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیونکر ضائع کرے ــــ صفا و مروہ کی سعی کرنے والا اس جذبۂ ایمانی سے سعی کرتا ہے کہ اللہ ربُّ العالمین اس کی دنیاوی اور اُخروی حاجات کو پورا کرنے والا اور اس کو ہر قسم کے نقصان اور ضیاع سے محفوظ رکھنے والا ہے، بندہ اسی کا محتاج ہے اور اللہ کی ذات بندہ کی مدد کرنے میں اسباب کی محتاج نہیں ہے، وہی اسباب کو پیدا کرنے والا اور اسباب سے ہٹ کر غیب سے بندہ کی احتیاج کو پورا کرنے والا ہے، بندہ اسی سے طلب کرے، اسی کے سامنے اپنی حاجت کو پیش کرے۔

اسی مقامِ مقدس پر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اسلام کے آغاز کے قصہ کو بھی یاد کریں۔ صفا ہی تو وہ مقام ہے جہاں پر خاتم الانبیاء علیہ السلام نے پہلی بار قریشِ مکہ کو جمع کر کے توحید کی دعوت دی تھی۔ ان عظیم ہستیوں کے عظیم الشان تاریخی واقعات کے ساتھ ان مقامات کی وابستگی ہے جس کا تصور سعی کرنے والا کرتا ہے۔

وقوفِ عرفہ عرفان و معرفت کا یہ وہ مقام ہے جہاں پر بندے اپنی حقیقت و حقارت اور رب العالمین کی عظمت پہچان کر جمع ہوتے ہیں، اس کے فضل و رحمت اور مغفرت کی طلب میں کھڑے ہیں، اس کے عقاب، وعذاب سے نجات کے طالب ہیں۔ یہ وقوفِ حج کا رکنِ عظیم ہے۔ اس عظیم مقام پر اللہ کے جلیل القدر بندوں، انبیاء و رسل اور

صالحین نے اس جذبہ کے ساتھ وقوف کیا ہے کہ وہ رحمت سے پُر اُمید تھے اور اُس کی گرفت سے بے خوف نہ تھے۔

عالم کے مسلمانوں کا یہ سالانہ اجتماع مساوات کا مظہر، ایک حالت میں، ایک سیرت میں تلبیہ، تکبیر، تہلیل کا ایک ہی ترانہ وردِ زبان ہے۔ اس میدان میں سب اپنے لیے دنیوی اور اُخروی ثمرات و منافع جمع کر رہے ہیں۔

افاضہ عرفات | وقوفِ عرفات کے بعد فضل و رحمتِ الٰہی کو سمیٹ کر خوشی خوشی مشعرِ حرام آنا تقرب الی اللہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مُوقف کا احیاء اور حضور سید المرسلین کی اقتداء ہے۔

منیٰ | منیٰ جاہلیت میں تو تفاخر اور دنیاوی کاروبار کی منڈی تھی۔ اسلام میں دنیاوی منافع کے حصول سے تو ممانعت اب بھی نہیں: لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔ البتہ اپنے حسب و نسب اور قبائلی مفاخر کے بیان کے بجائے تسبیح باری تعالیٰ، تحمید ربّ العزت والجلال اور تکبیر و تہلیل کہی جائے۔

منیٰ عالم کے مسلمانوں کے باہم تعارف، مسائل و مشاکل کے بیان، مؤتمرات و محاضرات کے انعقاد، علم و عرفان کی مجالس، ان کاموں کے لیے سنہرا موقع ہے۔

رمیِ جمار | یہ جمرات پر پتھر پھینکنے کا حکم ہے، یہ ابلیس سے براءت و نفرت کا اظہار ہے، اس کی اہانت اور اطاعتِ الٰہی کے لیے مستعدی اور تعمیلِ ارشاد کے لیے مکمل استسلام کا اقرار ہے، اللہ کے ہر دشمن کا منہ توڑنا ہے۔ یاد رکھیں کہ یہی وہ مقامات ہیں جہاں ابلیس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطاعتِ خداوندی سے روکنے اور ان کو وسوسہ میں ڈالنے کی کوشش کی تھی، مگر اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ کے حکم پر ثابت قدم رہے۔

گذشتہ واقعات کے ذکر و اعادہ میں بڑی عبرتیں اور مصلحتیں ہیں، ان سلف صالحین کی عظمت کا اعتراف ہے ان کے قوی ایمان اور جذبۂ اطاعت کے معیار کو دیکھ کر ایک مومن یہاں سے قوتِ ایمانی اور جذبۂ طاعتِ رحمانی سے سرشار ہو کر لوٹتا ہے۔ اب حاجی کے لیے بڑی سے بڑی قربانی مال کی ہو یا جان کی، خدا تعالیٰ کی راہ میں آسان ہے۔

قربانی | قربانی اطاعتِ الٰہی اور اللہ کے تقویٰ کے اظہار کے ساتھ ساتھ سنتِ ابراہیمی کا احیاء، اہل و عیال اور فقراء پر توسع اور عمومی ضیافتِ الٰہی ہے۔

حلق وقصر | اسباب زینت کو ترک کرنے کی انتہاء یہ ہے کہ سر کے بال بھی اتار دیں حلق و قصر میں حلق اس لیے افضل ہے کہ اس میں زیادتی خشوع اور ترکِ زینت ہے۔ حاجی اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کے بعد میل کچیل کو دور کرتا ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نفسانی خواہشات، حُبِ جاہ و مال، حقد، حسد سب آلائشوں سے پاک و صاف گویا آج ہی پیدا ہو کر اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔

> نیکی اور بدی کے درمیان اتنی باریک لکیر ہوتی ہے کہ نظر نہیں آتی۔ (امام غزالیؒ)

جناب محمد اسلم صاحب سومرہ

قرآنِ کریم اور علمِ نباتات

قرآن کریم میں ارشاد ہے :-

قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (یونس آیت ۱۰۱)

(کہہ) زمین و آسمان پر نظر ڈالو۔

لغت میں نظر کے معنی ہیں دیکھنا۔ غور کرنا۔ معائنہ کرنا۔ سوچنا۔ گویا اللہ جل شانہٗ نے ہمیں زمین اور آسمان کو دیکھنے اس پہ غور کرنے اس کا معائنہ کرنے اور بنظرِ عمیق اس پہ سوچنے کا حکم دیا ہے۔

قرآن کریم میں ۷۵۶ آیات ایسی ملتی ہیں جن میں مناظرِ قدرت و قوانینِ فطرت پہ غور کرنے کی ہدایت کی گئی ہے علامہ ابن رشد، فخرالدین رازی، بوعلی سینا اور فارابی نے بھی مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا۔ علامہ شعرانی اسلام کے طبعی پہلو کو سمجھتے تھے انہیں یقین تھا کہ اگر مسلمان مسلمان رہا تو علم شریعت کی طرح علم فطرت میں ایک نہ ایک دن کمال پیدا کرے گا اسی لئے تو انہوں نے فرمایا تھا۔

اِنَّ الاسلامَ فِی اَوَّلِ اَمرِہٖ کَانَ شَرِیعَۃً ثُمَّ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ یَکُونُ حَقِیقَۃً

"اسلام آغاز میں محض شریعت تھا اور آخری زمانہ میں شریعت بن جائے گا۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قرآنی آیات کا جن میں کائنات پر غور کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا ہے عمل کرتے ہوئے قوانین فطرت جاننے کی کوشش کریں۔ یہ محض حقیر سی کوشش ہی ہو گی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

گو اوج پہ ہیں فکر و نظر، فہم و تخیل

انسان مگر واقفِ یزداں تو نہیں ہے

یوں تو کائنات کے مختلف مناظر میں عقل کو حیران کر دینے والی ان گنت نشانیاں موجود ہیں مگر ہم یہاں صرف نباتات کے بارے میں غور کریں گے۔

ارشاد ربانی ہے

ہم نے ہی زمین میں سب موزوں و سنجیدہ چیزیں اُگائیں (سورۃ حجر آیت ۱۹)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

" اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اُگائے۔ سبز رنگ کے پودے پیدا کر کے ان سے خوشے نکالے۔ اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے گچھے لگائے جھکے ہوئے (جن تک تمہاری رسائی ہو سکے ہے) اللہ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور، زیتون اور اناروں کی جنسیں پیدا کیں۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کر۔ تحقیق ان نباتات میں اہلِ ایمان کے لئے معجزات و اسباق موجود ہیں " (سورہ انعام آیت ۱۱۰)

اس آیت میں بارش کے بعد نباتات کے اُگنے کا ذکر ہے۔ نباتات زمین میں اُگتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم زمین کے بارے میں کچھ جان لیں۔

زمین | زمین کی بالائی سطح پہاڑوں کی شکست و ریخت کے مسلسل عمل سے تیار ہوتی ہے اس شکست و ریخت کے چار عوامل ہمیشہ مصروفِ کار رہتے ہیں۔ دریا، بارش، سورج اور پودے۔ پودوں کی جڑیں دیکھنے میں نرم ہیں لیکن سخت سے سخت چٹانوں کو چیر کر رکھ دیتی ہیں۔ اچھی زمین کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے چکنی مٹی۔ کھاد اور ریت۔ یہ چار عناصر مل کر زمین کے لئے اکسیر کا کام دیتے ہیں۔ اگر زمین میں ان عناصر کی موجودگی نہ ہوتی تو زمین سخت اور بیکار ہوتی۔

ان بنیادی عناصر کے علاوہ سلفیورک ایسڈ۔ فاسفورک ایسڈ۔ نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں عموماً پہاڑوں میں ملتی ہیں۔ ان کا انتظام بھی اللہ کے حیران کن نظام کے تحت یوں ہوتا ہے کہ پہاڑوں پر برف پڑنے کے بعد جب پگھلنے کا عمل ہوتا ہے یا بارش ہوتی ہے تو یہ پانی پہاڑوں کی دراڑوں اور شگافوں میں چلا جاتا ہے اور جب یہ پانی چشمہ کی صورت میں کہیں سے نکلتا ہے تو سلفیورک ایسڈ، فاسفورک ایسڈ۔ نائٹرک ایسڈ اور پوٹاشس کا خزانہ اپنے ہمراہ لے آتا ہے۔ یہ چشمے دریا بنتے ہیں اور دریا نہروں میں تقسیم ہو کر ہمارے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں

" کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فضائی بلندیوں سے پانی اتارا۔ جو زمین کی درزوں میں داخل ہو کر پھر چشموں کی صورت میں باہر نکلا اور ان چشموں سے رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں " (سورہ زمر آیت ۲۱)

نباتات کی خوراک | جس طرح انسان کو زندہ رہنے کے لئے خوراک کی ضرورت ہے بعینہٖ پودے بھی خوراک پر زندہ ہیں۔ پودوں کی غذا نائٹروجن۔ چونا۔ پوٹاشس اور ہائیڈروجن وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ عناصر درختوں کے پتوں۔ گوبر ہڈیوں۔ خون اور انسانی و حیوانی بالوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ خزاں میں پت جھڑ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ پتے زمین کو قوت بخشتے ہیں۔ اور یہی کھاد پودوں کی غذا بنتی ہے۔ اس قدر وسیع زمین میں کھاد ڈالنا انسان کے بس کی بات نہ تھی کھاد کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے خزاں میں درختوں کے پتوں کو کھاد بنا کر ہر طرف بکھیر دیا۔ ۲۵ ہزار میل لمبی زمین کو سیراب کرنے کی مشکل سے انسان کو اس طرح نجات دی کہ سورج نے شعاعوں سے سمندر کے پانی کو حدت پہنچا کر بخاراتِ آبی میں تبدیل کر دیا۔ ہوا ان بخاراتِ آبی کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر چل دی۔ اور پھر ہر طرف جل

منتقل ہو گیا۔ اللہ کی رحمت دیکھئے کہ ہوائیں سمندر سے کروڑوں ٹن پانی اٹھا کر دور دراز کے علاقوں میں یوں برساتی ہیں کہ زمین مردہ میں جوش نمو انگڑائیاں لینے لگتا ہے ہر طرف لالہ زار کھل اٹھتے ہیں۔

وَاللّٰهُ الَّذِىْ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ (سورہ فاطر آیت ۹)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو سمندروں کی طرف بھیجتا ہے جہاں سے یہ آبی بخارات کو ہانک لاتی ہیں۔ اور اس طرح ہم مردہ بستیوں کو سیراب کیا کرتے ہیں۔

اصلی کسان | پودوں کی جڑوں میں خوردبینی حیوانات جن کو انگریزی میں بیکٹیریا کہا جاتا ہے، کی ایک دنیا آباد ہوتی ہے جن کا کیمیاوی عمل نباتات کی بقا کے لئے مسلسل جاری رہتا ہے۔ یہ حیوانات زمین میں موجود نائٹروجن کھا کر ایک رس سا خارج کرتے ہیں جس کا زیادہ تر حصہ نائٹروجن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہی عنصر نباتات کی حیات کے لئے جزو اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر یہ خوردبینی حیوانات (بیکٹیریا) نہ ہوتے تو کوئی پودا نہ اگ سکتا۔

غور فرمایئے۔ اللہ نے ہماری تربیت کا کیا حیرت انگیز انتظام کر رکھا ہے۔ یہ اشرف المخلوقات اپنی بقا کے لئے اس حقیر ترین مخلوق کا کس قدر محتاج ہے۔ اگر یہ بیکٹیریا نہ آتا تو یہ حشرات کا لقمہ بن کر ختم ہو جاتا۔ ان کا نظر نہ آنا اللہ کی دوسری رحمت ہے اللہ جب چاہتا اس بیکٹیریا کے عمل کو روک دے تو یہ ہری لہلہاتی کھیتیاں اور سبزہ پوش زمین بنجر ہو کر رہ جائے۔ کہیں پر کسی درخت یا پودے کا نام و نشان تک باقی نہ رہتے۔

" اے کھیتی باڑی کرنے والو! پس اس پر غور کرو جو تم بوتے ہو۔ اصلی کسان کون ہے؟ تم یا ہم؟ اگر ہم چاہیں تو بیکٹیریا کا عمل روک کر تمہاری لہلہاتی ہوئی کھیتیوں کو ریزہ ریزہ (برباد) کر کے تمہارے حواس اڑا دیں۔

(سورہ واقعہ آیت ۶۳۔۶۴۔۶۵)

انسان جب اس عمل پر غور کرتا ہے تو حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے ایسے ہی کسی موقع پر جب مغربی مفکر ٹینیسن مرعوب ہوا تو چلا اٹھا۔

"WHAT A MARVELLOUS IMAGINATION GOD ALMIGHTY"

" رب ذوالجلال والاکرام کس قدر حیرت انگیز تخیل کا مالک ہے"

نباتات کے نر و مادہ | قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (سورہ ذاریات آیت ۴۹)

اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کئے

پھول دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ نر و مادہ۔ جب تک مادہ نر سے حاملہ نہ ہو وہ بیج یا پھل کی صورت اختیار نہیں کر سکتی ... ایک غبار پر مشتمل ہوتا ہے جسے POLLON یا مادہ منویہ کہتے ہیں۔ مادہ حصہ بہ باریک باریک تار

سے ہوتے ہیں۔ مادہ منویہ کا ذرہ ان تاروں پر گرنے سے مادہ حاملہ ہو جاتی ہے۔ بعض پودوں کے ساتھ نر و مادہ پھول علیحدہ علیحدہ لیکن ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ نر کا رخ نیچے کو جھکا ہوا اور مادہ پھول کا رخ اوپر کی طرف ہوتا ہے تاکہ مادہ پھول غبار منویہ سے محروم نہ رہے۔ بعض پودے ایسے بھی ملتے ہیں جن کے نر و مادہ پھول علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ یہاں بھی رب ذوالجلال والاکرام کے حیرت انگیز تخیل نے مادہ پھولوں کے حاملہ ہونے کا کیا بہترین انتظام کیا ہے۔ ان پودوں کے ساتھ نہایت خوشرنگ اور خوشبودار پھول لگتے ہیں۔ تتلیاں بھنورے اور شہد کی مکھیاں کھنچی چلی آتی ہیں۔ جب یہ نر پھول پر بیٹھتی ہیں تو غبار منویہ ان کے پروں پر ٹانگوں کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور پھر جب مادہ پھول پر بیٹھتی ہیں تو غبار کا کچھ حصہ وہیں رہ جاتا ہے۔ اس طرح یہ پھول حاملہ ہو جاتے ہیں۔ بعض درختوں پر پھول نہ تو خوش رنگ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوشبودار۔ اس لئے تتلیوں اور مکھیوں کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتے۔ یہاں ہوا سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوا نر درخت کا غبار اڑا کر مادہ تک پہنچا دیتی ہے۔

تنوعِ مزاج | جس طرح انسان کے مزاج میں تنوع پایا جاتا ہے۔ اسی طرح نباتات میں بھی تنوع موجود ہے بعض پودوں کے پتے باسانس یا سانس کی حرارت سے سکڑ جاتے ہیں۔ بعض پودے حسین و نازک ہوتے ہیں اور بعض بھدے۔ بعض طویل قامت اور بعض بے ڈول ہوتے ہیں۔ بعض پودے ضدی ہوتے ہیں جتنا کاٹو اتنا پھیلتے ہیں۔

اہمیت | نباتات نہ صرف ہمارے لئے مدارِ حیات ہیں بلکہ وہ ہماری معاشرت اور تمدن میں بھی دخیل ہیں اور بھیس بدل بدل کر ہمارے سامنے آموجود ہوتے ہیں۔ کبھی ڈبل روٹی اور چپاتی کی شکل میں ہمارے سامنے ہیں اور کبھی زیبائش تن کے لئے لباس کی صورت میں خدمت بجا لاتے ہیں۔ کبھی میٹھی اشیا کی صورت میں کام و دہن کی لذت کا سامان کرتے ہیں تو کبھی اخبار کی صورت میں سارے جہاں کی خبریں ہمارے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

ایک لاغر مریض ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج جاتا ہے۔ معائنہ کے بعد ڈاکٹر مریض کو خبر سناتا ہے کہ جسم میں حیاتین (VITAMINS) کی قلت ہے۔ آج کے سائنسی دور میں وٹامن کے نام سے کون واقف نہیں۔ سائنس نے جہاں تسخیر کائنات میں اپنے کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔ وہ حیاتِ انسانی کے تحفظ کے لئے نوع و اقسام کی بیماریوں کی وجوہات اور ان کا موثر علاج بھی دریافت کرتا ہے۔ آج کا علم طب اس امر پر متفق ہے کہ اکثر و بیشتر بیماریاں غذا کی خرابی اور اس میں کسی مخصوص وٹامن کی کمی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ حیاتین کی بعض قسمیں نباتات سے حاصل ہوتی ہیں۔

حیاتین کی تحقیق | ۱۴۹۷ء میں واسکوڈے گاما YASCODA GAMA کے بحری سفر کے دوران اس کے بہت سے جہاز ران سکروی کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ جب جہاز ران راس امید کا چکر لگا کر جزائر شرق الہند پہنچے تو کثیر تعداد مر چکی تھی۔ اس وقت باقی ماندہ جہاز رانوں کو جو بظاہر لا علاج دکھائی دیتے تھے۔ ایک پودے کے کانٹے دار پتوں کا جوشاندہ پلایا گیا۔ اس علاج سے صحت مند ہو گئے یہ واقعہ ایک مؤرخ LIND نے لکھا ہے۔

حیاتین کی تخلیق | جو حیاتین عام طور پر ہری بھری گھاس، ترکاریوں، گاجر، بند گوبھی، ٹماٹر، گیہوں اور مکئی سے حاصل کیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

حیاتین کا نام	ذریعہ حصول	حیاتین کی کمی سے امراض
اے (A)	گاجر اور ہرے بھرے پودے	شبکوری
ای (E)	سبزیوں کے تیل اور غلے	کمزوری اور نامردی
کے (K)	سبزیاں	جریان خون

"موجودہ صدی کے شروع میں ایک جرمن سائنسدان نے مصنوعی آٹا تیار کیا اور اس پر سفید چوہے پالنے کا تجربہ کرنے لگا جوں جوں وہ خوراک دیتا چوہے کمزور سے کمزور تر ہوتے جاتے۔ نصف کے قریب تو مر گئے اور بقیہ سکڑ کر آدھے رہ گئے سائنس دان نے اس خوراک میں گائے کا دودھ ملانا شروع کر دیا۔ چوہے تر و تازہ ہو گئے اور چاک و چوبند ہو گئے اس سے سائنسدان نے نتیجہ نکالا کہ قدرتی غذاؤں میں کوئی چیز ایسی ہے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے مگر بے پناہ طاقت کی حامل ہے۔"

آج وہ بے پناہ طاقت وٹامنز (حیاتین) کہلائی جس کے حصول کا بڑا ذریعہ نباتات ہیں عقلِ انسانی حیران ہے کہ نباتات اشرف المخلوقات کی کن کن اشکال میں خدمات انجام دے رہے ہیں یہ رب رحیم کا بہت بڑا کرم ہے جس نے ہمارے لئے اور حیوانات کے لئے بے بہا "متاعِ حیات" پیدا کی۔

"ذرا اپنی غذا پر تو غور کرو۔ ہم نے پہلے بارش برسائی۔ پھر زمین کا پیٹ چیرا۔ اور اس سے غلے۔ انگور، ترکاری۔ زیتون۔ کھجوریں۔ گھنے باغات۔ پھل اور چارہ پیدا کیا اور یہ سب اشیاء تمہارے لئے اور تمہارے حیوانات کے لئے متاعِ حیات ہیں۔" (سورہ عبس ۲۴ تا ۳۲)

ترکیب نباتات | نباتات کی ترکیب خلیوں (CELLS) سے ہوتی ہے۔ ہر خلیے کا بیرونی خول آکسیجن، ہائیڈروجن اور کاربن سے مرکب ہوتا ہے۔ پودے کی جڑ کے سرے پر سخت خلیے کی ایک ٹوپی چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اور سخت سے سخت چٹانوں کو چیر کر نکل جاتی ہے۔ نباتات کو بھی اللہ تعالیٰ نے رنگت بخشی ہے۔ نباتات کا سبز رنگ آنکھوں کو تراوت بخشتا ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ یہ رنگ کہاں سے مہیا کیا گیا ہے؟ کیا یہ بھی خوراک کی طرح سے پودے کو زمین سے مہیا کیا گیا ہے؟ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ یہ رنگ ایک مادہ جسے کلوروفل (CHLOROPHYLL) کہتے ہیں، سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ مادہ سورج کی روشنی سے تیار ہوتا ہے اسی کی بدولت پودوں کو سبز رنگت ملتی ہے اور یہی مادہ فضا سے کاربن لے کر اسے شکر و نشاستہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حفاظت نباتات | نباتات کی بقا کے لئے رب کریم نے ان کو حفاظتی نظام بھی عطا فرمایا ہے۔

۱- بچھو بوٹی کے چھونے سے بدن میں سوزش ہو جاتی ہے۔

۲- آسٹریلیا کے ایک پودے (LAPORTICA MOROIDER) سے اگر قوی الجثہ جانور بھی چھو جائے تو فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔

۳- ایک بیل (POISON IVY) کے چھو جانے سے ہاتھ پاؤں اور منہ سوج جاتا ہے۔

۴- ایک پودے "شیطان کا پتا" (EVIL'S LEAF) کا کانٹا چبھنے سے ایک سال تک تکلیف دیتا رہتا ہے۔

۵- بعض پودے ایسے بدبودار رس خارج کرتے ہیں کہ جانور پاس تک نہیں پھٹکتے۔

۶- چھوئی موئی تنفس کی گرمی سے سمٹ جاتی ہے جس سے جانور بدک جاتے ہیں۔

۷- بادام اور اخروٹ پر قدرت نے سخت غلاف چڑھا دئے۔

۸- انار کا چھلکا اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ کسی مریض جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

کمال تخلیق قدرت کا کمال دیکھئے کہ زمین وہی ہے۔ زمین میں موجود چکنی مٹی، ریت، چونا اور قدرتی کھاد کے علاوہ سلفیورک ایسڈ۔ فاسفورک ایسڈ۔ نائٹرک ایسڈ اور پوٹاش بھی وہی ہے۔ لیکن اسی زمین میں اگنے والے ہر درخت پر پھل شکل و شباہت کے علاوہ ذائقہ میں ایک دوسرے سے مطلقاً مختلف۔ کسی پھل میں مٹھاس ہے تو کوئی کڑوا۔ کوئی ذائقہ میں ترشی رکھتا ہے تو کوئی پھیکا ہے۔ کسی پھول کو سونگھنے سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ اور کسی پھول کی رنگینیوں میں انسان کھو جاتا ہے۔ پھولوں کے انواع و اقسام کے رنگ دیکھ کر انسان حیرت سے زمین کی رنگت دیکھنے لگ جاتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ ان پھولوں کو یہ رنگت اسی بے رنگ زمین نے دی ہے؟ حقیقت میں یہ قدرت کی تخلیق کا کمال ہے جس نے اس دنیا کو نگارستان بنا دیا ہے۔ جس میں نظر فریب نقوش و نصاویر جنت نگاہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ دنیا قدرت کا البم ہے جس کا ہر شاہکار لاجواب ہے۔ یہ ایک دیوان ہے جس کا ہر شعر کیف انگیز و وجد آور ہے۔

"ہر چیز کے خزانے میرے پاس ہیں اور ہم معین مقدار میں ہر چیز کو نازل فرماتے ہیں۔" (سورہ حجر آیت ۲۱)

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ٥ (سورہ مومنون آیت ۱۷)

اور ہم اشیاء کی تخلیق (و ترکیب) سے غافل نہیں ہیں

اللہ مقادیر کا بہت بڑا عالم ہے۔ اس کائنات کی ہر چیز عناصر کی دقیق و انسب آمیزش سے تیار ہوئی ہے۔ نباتات کی ترکیب آکسیجن، ہائیڈروجن کاربن۔ نائٹروجن اور چند دیگر نمکوں سے ہوئی۔ انہی عناصر سے پتے، پھول، خوشے، رس اور پھل بنے۔ کڑواہٹ، ترشی اور مٹھاس انہی عناصر کے گھٹنے بڑھنے کا کرشمہ ہے۔ اور رنگ و وضع کی یہ نیرنگیاں انہی کی بدولت ہیں۔

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ٥ (سورہ قمر آیت ۴۹)

تحقیق ہم نے ہر چیز کو معین مقدار سے پیدا کیا۔

"لیموں اور کالی مرچ ہر دو ہائیڈ روجن دس حصے اور کاربن بیس حصے سے تیار ہوئے ہیں۔ لیکن سالمات کے تفاوت سے ہر دو کی شکل رنگ ذائقہ اور تاثیر بدل گئی۔ اسی طرح کوئلہ اور ہیرا کاربن سے بنے ہیں۔ لیکن سالمات کے اختلاف سے ایک کا رنگ کالا اور دوسرا سفید، ایک قابل شکست اور دوسرا ٹھوس۔ غور فرمایئے اللہ کا علم عناصر و مقادیر کس قدر حیرت انگیز ہے؟ اسی طرح تمام نباتات کے عناصر ترکیبی ایک ہیں لیکن اختلاف مقادیر کی وجہ سے ع

"ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است"

انسان کو جب ان عناصر ترکیبی کے بارے میں علم ہوتا ہے تو وہ حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ سے کسی نے پوچھا

"علم کی انتہا کیا ہے؟"

فرمایا "حیرت"۔ کولرسیج (ایک مغربی مفکر) نے بھی اپنے الفاظ میں یہی کچھ کہا ہے۔

"KNOWLEDGE ENDS WITH WONDER"

علم کی انتہا حیرت ہے۔

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ط　　(لقمان آیت ۱۱)

یہ ہے اللہ کا کمال تخلیق۔ اللہ کے بغیر کسی اور نے کچھ پیدا کیا ہو تو ذرا سامنے لاؤ

عجیب و غریب نباتات | ۱۔ سنکونا، جنوبی امریکہ میں پایا جاتا ہے اس کے چھلکے سے کونین تیار ہوتی ہے اس درخت کو یورپ میں متعارف کرانے کا سہرا پیرو (PERO) کے وائسرائے کی بیوی کونٹس آف چنیکن کے سر ہے۔

۲۔ ربڑ۔ ربڑ کی اہمیت سے کون آگاہ نہیں، آج ربڑ کی صنعت سے معاشی انقلاب آیا ہوا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ ربڑ کے درخت ملائشیا میں پائے جاتے ہیں۔

۳۔ امریکہ میں ایک ایسا پودا ملتا ہے جس کی شاخیں جال کی طرح زمین پر بچھی ہوتی ہیں اور جانور اس کی غذا بن جاتی ہے۔

۴۔ ایک پودا جس کو سنڈیو (SUNDEW) کہتے ہیں۔ کے پھول پر ایک لیسدار رس پیدا ہوتا ہے جیسے ہی کوئی مکھی اس پر بیٹھتی ہے تو چپٹ جاتی ہے۔ پھول کی پتیاں مکھی کو کھا جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمین میں نائٹروجن نہیں ہوتی۔ اس کمی کو یہ پودے مکھیوں سے پورا کرتے ہیں۔

۵۔ بٹر وارٹس بھی اسی نوع کا ایک پودا ہے لیکن ذہانت میں سنڈیو سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کے پتے پر لیس دار مادہ مکھی کو پھنسانے کے لئے پیدا ہوتا ہے اگر ان پتوں پر مٹی یا کنکر رکھ دیں تو یہ متاثر نہیں ہوتا لیکن جیسے ہی شکار آ بیٹھے تو جا بک دستی سے آپس میں مل جاتے ہیں۔

۶۔ پیچر پلانٹ کے پھول صراحیوں کی طرح شاخوں کے ساتھ لٹکتے رہتے ہیں۔ اندر میٹھا رس ہوتا ہے جیسے ہی کوئی مکوڑا اندر داخل ہوتا ہے۔ تو واپسی پر پھول کی اندرونی دیوار پر لگے ہوئے ٹیڑھے کانٹے مزاحمت ہوتے ہیں۔ باوجود کوشش کے مکوڑا باہر نہیں نکل سکتا اور پھول کی غذا بن جاتا ہے +

مولانا محمد شہاب الدین صاحب ندوی
جنرل سکریٹری فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور

تین طلاق کا ثبوت!

قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے

تمہید | میاں بیوی کے تعلقات کی استواری تمدنی استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے لیکن جب میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو وہ مفید تمدن ہونے کے بجائے اس کے لئے نہایت درجہ نقصان دہ بن جاتا ہے۔ لہذا تعلقات کے بگاڑ کی صورت میں ان دونوں کا الگ ہو جانا ہی بہتر نظر آتا ہے۔ جس کے لئے اسلام نے طلاق کا قانون مقرر کیا ہے۔ مگر وہ اس کی بھی تاکید کرتا ہے کہ طلاق دینے سے پہلے عورت کی حالت کو دیکھو کہ وہ پاکی کی حالت میں ہے یا ماہواری کی حالت میں؟ اگر وہ ماہواری کی حالت میں ہو تو اس وقت طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی پاکی کی حالت کا انتظار کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر وہ پاکی کی حالت میں تو ہے مگر اس طہر (دو ماہواریوں کی درمیانی مدت) میں وہ اپنی عورت سے جماع کر چکا ہے تو اس طہر میں بھی طلاق دینا ناجائز بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح بیک وقت تین طلاق دینا بھی (خواہ وہ طہر کی حالت میں ہو یا حیض کی حالت میں) ناجائز اور حرام ہے۔

طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے۔ کہ اپنی منکوحہ کو ایسے طہر کی حالت میں جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے۔ کیونکہ اس صورت میں غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اپنی دی ہوئی طلاق سے رجوع کرنے اور عورت کو پھر سے اپنی بیوی بنا کر رکھنے کا حق باقی رہتا ہے۔ مگر تین طلاق بیک وقت داغ دینے کے بعد یہ حق ساقط ہو جاتا ہے اسلام نے یہ ساری شرطیں نہایت درجہ حکمت اور سمجھ بوجھ کے ساتھ رکھی ہیں۔ جن کو ملحوظ رکھنے کے باعث اول تو طلاق واقع ہونے کی بہت کم نوبت آتی ہے لیکن اگر وہ آ بھی جائے تو شرمندگی کا باعث نہیں بن سکتی۔

مگر اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسلامی شریعت کے اس مشروع و مسنون ضابطہ کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بیوی کو (۱) حیض کی حالت میں (۲) یا ایسے طہر میں جس میں وہ اپنی بیوی سے مباشرت کر چکا ہو (۳) یا بیک لفظ یا ایک ہی نشست میں تین طلاق دے دیتا ہے تو کیا ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ تو اس مسئلے میں امت کی اکثریت جس میں صحابہ کرام، تابعین، محدثین، فقہائے اربعہ اور بڑے بڑے ائمہ سب کے سب متفق ہیں کہ ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور خاص کر تین طلاقوں کے بیک لفظ وقوع کے بارے میں تمام اس بات کے قائل ہیں کہ

یہ تینوں طلاقیں ناجائز اور حرام ہونے کے باوجود واقع ہو جائیں گی۔ کیونکہ ایک حرام چیز کے ارتکاب کے باعث کوئی شخص اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ کیونکہ ممنوع احکام کے ارتکاب سے فعل لغو یا باطل نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

اس متفقہ مسلک سے اختلاف کرنے والے بہت کم لوگ ہیں جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے اور ان کا ظہور صحابہؓ و تابعینؒ کے ادوار کے بعد ہوا ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے لئے قابل حجت نہیں بن سکتا۔ اگر ساتویں صدی ہجری میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے اس شاذ مسلک کی تائید نہ کی ہوتی تو شاید آج کسی کو اسے ایک "اختلاف" کہنے یا اس کی طرف نظر ڈالنے کی ضرورت نہ رہتی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں حضرات بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے مگر ان کے چند فقہی "تفردات" بھی بہت مشہور ہیں۔ یعنی ان کی بعض منفرد رائیں جو ملت کے اجماعی فیصلوں یا خود فقہ حنبلی کے خلاف تھیں جس کے یہ دونوں پیرو تھے۔ اور ان کی اس انفرادیت کے چند خاص اسباب و محرکات ہیں جن پر بحث کا یہ موقع نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کے اس تفرد کو ان کے بعد والے محقق علماء نے بدلائل رد کر دیا ہے۔ اور ان میں خود حنبلی مسلک علماء بھی شامل ہیں۔

چنانچہ ابھی حال ہی میں سعودی عرب کے پایہ تخت ریاض میں اس سلسلے میں ایک تحقیقی کام ہوا ہے۔ جس میں بڑے بڑے علماء کے ایک بورڈ نے بحث و مباحثہ اور نہایت درجہ محنت و جانفشانی کے بعد پورے دلائل کی روشنی میں ائمہ اربعہ کے مسلک کو قوی اور ناقابل تردید قرار دے کر ان دونوں حضرات کی منفرد رائے کو رد کر دیا ہے یہ پوری رپورٹ "مجلۃ البحوث الاسلامیہ"، جلد ۱ عدد ۳ مطبوعہ ۱۳۹۳ھ میں شائع ہو چکی ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس موقعہ پر اس کے کچھ اقتباسات مع شرح و تفصیل اور راقم سطور کے کچھ نئے دلائل کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اگر کسی کو اس بارے میں کچھ شبہات ہوں تو وہ زائل ہو جائیں۔ اس مختصر سی وضاحت کے بعد اب اصل موضوع کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قرآن سے ثبوت | بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے کہتے ہیں کہ اس طرح طلاق دینا چونکہ قرآنی منشا کے خلاف ہے اس لئے وہ واقع نہیں ہوتیں۔ نیز یہ کہ قرآن میں کہیں بھی بیک وقت یا ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقوں کا ذکر نہیں ہے۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ قرآن مجید ایک حد درجہ اجمالی کلام ہے اور اس میں صرف اس قدر ہے کہ دو طلاقوں تک رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ اور یہ کہ یہ دونوں طلاقیں الگ الگ دی جانی چاہئیں (بقرہ ۲۲۹)

اگر کسی نے تیسری طلاق دے دی تو پھر "طلاق مغلظہ" واقع ہو جاتی ہے (بقرہ ۲۳۰)
لیکن یہ تصریح قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ کہ اگر کسی نے یکبارگی تین طلاقیں دے دیں تو وہ واقع نہیں ہوں گی۔

یہ قرآنی الفاظ کو زبردستی ایک زاہد مفہوم پہنانا ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ یک بارگی
تین طلاقیں دینا قرآن کے اصل منشار کے خلاف ہے مگر جہاں تک ان کے وقوع کا تعلق ہے خود قرآن کی بعض آیات
کے مقتضا سے بھی (علاوہ بعض صحیح احادیث کے) یہ وقوع ثابت ہوتا ہے لہذا اس کو خلاف قرآن کہنا ایک بے جا
دعوٰی ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں جہاں پر طلاق کے احکام مذکور ہیں وہیں یہ صراحت بھی موجود ہے۔

تلك حدود الله فلا تعتدوها — یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں تم ان سے تجاوز
و من يتعد حدود الله فاولئك — نہ کرو۔ اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے
هم الظلمون ۰ (بقرہ ۲۲۹) — گا تو وہ ظالم ہو گا۔

چنانچہ امام مالک اور بعض دیگر علماء کی تصریح کے مطابق اس آیت کی رو سے (بطور اقتضاء النص) بیک وقت
دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ حد سے تجاوز کرنے کا یہی مطلب ہے جو ارتکاب ظلم ہے۔ اور ظالم ہونے کا
یہی مطلب ہے کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ان طلاقوں کے وقوع کو صحیح نہ مانا جائے۔ تو پھر کوئی شخص
ظالم نہیں بن سکتا۔ (دیکھئے مجلہ مذکور صد ۱۳۳)

اور مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضؓ نے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے بیک وقت تین طلاقیں دے دی تھیں
ہی فتویٰ دیتے ہوتے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں۔ بسبب ذیل آیت کریمہ سے استدلال کیا تھا۔ کہ قرآنی نقطہ نظر
سے اب بچاؤ (مخرج) کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

و من يتق الله يجعل له — جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے
مخرجاً ۰ (طلاق ۲) — بچاؤ کا راستہ نکالے گا۔

پھر انہوں نے فرمایا چونکہ تم اللہ سے نہیں ڈرے اس لئے تمہارے بچاؤ کا کوئی راستہ مجھے نظر نہیں آتا۔ تم
نے اپنے رب کی نافرمانی کی لہذا تمہاری عورت بائن ہو گئی۔ یعنی تم سے جدا ہو گئی۔

(ابوداؤد - ۲/۶۴۰ - مطبوعہ حمص)

حضرت ابن عباس رضؓ کے علاوہ حضرت علی رضؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اس معنی کی متعدد روایات
ملتی ہیں جن کے ملاحظہ سے اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ قرآنی نقطہ نظر سے تین طلاقوں کا وقوع صحیح
ہے۔ اور تو اور خود علامہ ابن قیم نے بھی اس نقطہ نظر کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ جو ان کا ایک ناقابل فہم فکری تضاد ہے
چنانچہ موصوف ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا روایت کے علاوہ اس معنی کی بعض دیگر روایات کو نقل کر کے تحریر کرتے
ہیں کہ یہ آثار قرآنی مدلول کے مطابق ہیں:-

وهذه الآثار موافقة لما دل عليه القرآن (اغاثة اللهفان ۱/۲۸۳)

ظاہر ہے جب یہ احادیث و آثار صحیح ہیں اور مطابق قرآن ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے اور نزاع کس لئے ہے؟ ظاہر ہے کہ قرآن سے بڑھ کر ہمارے لئے اور کونسی چیز ہو سکتی ہے؟ اب گویا کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس سلسلہ میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جن کو خواہ مخواہ ایک معمہ بنا لیا گیا ہے۔ اور صدیوں سے اس پر بحثیں ہو رہی ہیں مگر بے نتیجہ۔ لہذا اس پر ایک نئے زاویئے سے نظر ڈالی جاتی ہے۔

حدیث سے ثبوت اب رہا معاملہ حدیثوں سے ثبوت کا تو اس سلسلے میں بعض صحیح حدیثوں کے علاوہ صحابۂ کرام کے عمل اور ان کے فتاوی سے بھی اس کا اثبات ہوتا ہے۔ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اس سلسلے میں صرف دو اختلافی حدیثوں کی وجہ سے یہ مسئلہ "نزاعی" بن گیا ہے۔ اور ان دو حدیثوں کو لے کر تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ گویا کہ بہت بڑی سند ہاتھ آگئی ہے۔

چنانچہ پہلے یہ دو اختلافی حدیثیں پیش کی جاتی ہیں اور پھر عقلی و معنوی اعتبار سے ان دونوں کا رد خود مزید دو حدیثوں سے کر کے اس بحث کا خاتمہ کیا جاتا ہے جس کے بعد مزید کسی لب کشائی کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی ان میں سے پہلی حدیث "حدیثِ رُکانہ" اور دوسری "حدیثِ طاؤس" کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ دونوں حدیثیں تین کو ایک قرار دینے والوں کی سب سے بڑی دلیلیں ہیں۔

۱۔ چنانچہ حدیثِ رُکانہ دو طرح سے مروی ہے:۔

ایک میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو (اہلِ عرب کے رواج کے مطابق) "طلاقِ البتہ" یعنی قطعی طلاق دی تھی۔ اور اس قسم کی طلاق میں اعتبار نیت کا ہوتا ہے۔ اگر ایک کی نیت ہو تو ایک طلاق پڑتی ہے۔ اور تین کی ہو تو تین۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قسم دے کر پوچھا کہ اس سے تمہاری نیت کیا تھی؟ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک کی نیت تھی۔ لہذا آپ نے صحابی کے بیان کو تسلیم کرتے ہوئے بیوی لوٹا دی۔ مگر دوسری روایت میں آتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک ہے (ابوداؤد)

ان دونوں روایتوں پر محدثین نے خوب جرح کی ہے اور ان میں سے بعض ناقدین پہلی روایت کو صحیح اور دوسری روایت کو ضعیف بتاتے ہیں۔ مگر بعض اس کے برعکس بھی کہتے ہیں۔ لہذا ہر مسلک کا طرفدار اپنے مسلک کی تائید کے لئے ان میں سے موافقانہ اقوال سے استدلال کرتا ہے اور مخالفانہ مسلک کو غلط بتاتا ہے۔ مگر صدیوں کی بحث کے باوجود اب تک فیصلہ نہیں ہو پایا۔ کہ کس روایت کو قوی اور قابلِ حجت مانا جائے؟ کیونکہ ہر گروہ اپنے اپنے مسلک پر اڑا ہوا ہے۔ لہذا اب بحث کا طریقہ موجودہ دور کے مزاج کے مطابق یہ ہونا چاہیئے کہ بجائے سند یا روایت پر گفتگو کرنے کے "درایت" یعنی حدیث کی معنویت پر بحث کی جائے اور دیکھا جائے کہ عقلی و منطقی اعتبار سے کس حدیث کا مفہوم زیادہ صحیح ہو سکتا ہے۔ جو تمام "نصوصِ شریعت" سے پوری طرح ہم آہنگ ہو جائے اور ان میں کسی قسم

تعارض و تضاد باقی نہ رہ جائے۔ اس لحاظ سے اب حدیثوں کی سندوں کو نظر انداز کر کے محض ان کی معنویت پر بحث کی جاتی ہے اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۲۔ اب رہی حدیث طاؤس تو وہ اس طرح مروی ہے:۔

"حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کیا آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ نیز خلافت عمرؓ کے تین سال تک تین کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں"۔ (مسلم ۲/۱۰۹۹۔ مطبوعہ ریاض)

یہ حدیث بعض روایات میں کچھ دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے اور اس حدیث کی سند اور متن دونوں کے "اضطراب" (تعارض) اور "شذوذ" (انفرادیت) پر ائمہ حدیث نے کافی کلام کیا ہے۔ جس سے حدیث و فقہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مگر ان تمام طویل بحثوں کو نظر انداز کر کے ان دونوں کی "حجیت" پر ایک نئے انداز سے کلام کیا جاتا ہے چنانچہ ان دونوں کی تردید کے لئے حسب ذیل دو حدیثیں کافی ہیں۔

۱۔ امام نسائی محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شخص کے بارے میں بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیلا جائے گا جب کہ میں تمہارے سامنے موجود ہوں؟ اس پر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ کیا میں اس شخص کو قتل کر دوں؟ (سنن نسائی ۶/۱۴۲ مطبوعہ بیروت)

اب دیکھئے اس حدیث اور مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں کس قدر شدید تعارض واقع ہوا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ایک تو آپ انتہائی شدید ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ اس فعل کو کتاب اللہ کے ساتھ ایک مذاق بھی قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس سخت ناراضگی اور ملامت کے باعث بعض صحابہ اس شخص کو قتل کرنے پر بھی آمادہ ہو جاتے ہیں جس نے بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں۔ لہذا اگر ماقبل کی دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو پھر اس قدر شدت و سختی کے آخر کیا معنی ہیں؟ ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ کو کہنا چاہئے تھا کہ چلو کوئی مضائقہ نہیں "تین ایک ہو گئیں"، مگر ایسا کوئی لفظ اس میں موجود نہیں ہے جس کے مطابق پہلی دو حدیثیں صحیح ثابت ہو سکتی ہوں۔ جیسا کہ ان میں بتایا گیا ہے۔ کہ دور رسالت اور دور ابو بکرؓ میں تین کو ایک قرار دینے کا مجموعی رواج تھا۔ اور اس پر کوئی نکیر یا ملامت بالکل نہیں ہوتی تھی۔ (حدیث طاؤس سے یہی مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے) ظاہر ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے۔ اور عقلی اعتبار سے ان دونوں کو صحیح مان لینا ایک زبردست قسم کا تضاد ہو گا۔ صاف بات ہے کہ جو چیز کتاب اللہ کے ساتھ ایک کھیل یا مذاق ہو وہ کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی اباحت کا فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کونسی روایت صحیح ہے؟ تو نسائی والی روایت کو متعدد محدثین کے

علاوہ خود ابن قیم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ اور بقیہ دونوں حدیثوں پر شدید جرح کی گئی ہے۔ لہذا وہ دونوں قابل حجت نہیں رہیں۔ مگر معنوی اعتبار سے "البتہ" والی روایت قابل حجت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں اور نسائی والی روایت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

نیز نسائی والی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے۔ اسی بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ اس قدر شدید ناراضگی کی کوئی دوسری وجہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تین طلاقوں کو تین قرار دیا جاتا تھا نہ کہ ایک۔ اور اس کی تائید بعض دیگر حدیثوں کے علاوہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ذیل میں پیش کی جا رہی ہے۔

۲۔ حدیث طاؤس کی تردید میں دوسری حدیث خصوصیت کے ساتھ "حدیث عائشہؓ" بھی پیش کی جا سکتی ہے جو اس سلسلے میں نہایت درجہ اہم ہے چنانچہ یہ حدیث بخاری و مسلم میں اس طرح آئی ہے:۔

"حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ مگر اس نے ہمبستری سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی۔ تو پہلے شوہر نے اس سے دوبارہ نکاح کا ارادہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"جب تک دوسرا شخص بھی پہلے ہی کی طرح اس عورت سے ہمبستری نہ کرے اس وقت تک وہ عورت پہلے شخص کے لئے حلال نہیں ہو سکتی"۔ (بخاری ۶/ ۱۶۵ ۔ مسلم ۲/ ۱۰۵۷)

اس حدیث میں جس طرح مذکور ہے اس نے "تین طلاقیں" دی تھیں (اصل الفاظ طَلَّقَ ثَلَاثًا) بالکل اسی طرح حدیث طاؤس میں بھی (الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ) کے الفاظ آئے ہیں۔ مگر ان دونوں میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ طلاقیں بیک لفظ مراد ہیں۔ یا متفرق طور پر؟ مگر علامہ ابن قیم نے بلاوجہ فرض کیا ہے کہ حدیث عائشہ میں تین طلاق متفرق طور پر دینا مراد ہے اور حدیث طاؤس میں اکٹھا طور پر۔ جب کہ اس کی کوئی دلیل سرے سے ان کے پاس موجود نہیں۔ بلکہ یہ ان کا ایک تضاد اور دوہرا معیار ہے جو حد درجہ تعجب خیز ہے کہ ابن قیم جیسے نکتہ رس عالم کی نظر سے یہ نکتہ کیسے پوشیدہ رہ گیا؟ چنانچہ حدیث عائشہؓ کے بارے میں انہوں نے جس نکتہ رسی کا اظہار فرمایا ہے وہ خود ان پر بھی عائد ہوتا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔ وہ پوچھتے ہیں:۔

ولکن این فی الحدیث انہ طلق الثلاث بفم واحد یعنی حدیث میں یہ بات کہاں مذکور ہے کہ اس شخص نے تین طلاقیں ایک منہ سے یعنی بیک لفظ دی تھیں؟ (زاد المعاد ۵/ ۲۶۱ جدید ایڈیشن ۱۹۸۵ء)

اب سوال یہ ہے کہ جب حدیث عائشہؓ میں اس کی تصریح موجود نہیں ہے تو پھر حدیث طاؤس میں اس کی کہاں

موجود ہے کہ یہ تینوں طلاقیں "بفمٍ واحدٍ" (بیک لفظ) تھیں ؟ اگر علامہ موصوف اپنی کتابوں میں اس مسئلے پر لمبی چوڑی بحث کرنے اور کلام کو خواہ مخواہ طول دینے کے بجائے صرف اسی ایک نکتے کی وضاحت کر دیتے تو یہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہوتی اور بحث کا خاتمہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ مگر یہی ایک کام ہے جس کو انہوں نے نہیں کیا۔ اور بحث کو خواہ مخواہ طول دے کر اپنے بعد والوں کے لئے ایک جھگڑا کھڑا کر دیا۔

اب اس مسئلے پر فیصلہ کن طریقے سے بحث کرنے کے لئے عقلی اعتبار سے چار شکلیں فرض کی جا سکتی ہیں؛ در ان چاروں صورتوں میں حدیث طاؤس ساقط الاعتبار قرار پائے گی۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ یہ فرض کیا جائے کہ حدیث عائشہ رض اور حدیث طاؤس دونوں میں تین طلاق بیک لفظ دینا مراد ہو۔ اس صورت میں حدیث عائشہ رض کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ ایک تو وہ بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث ہے اور دوسرے اس میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت دوسرا خاوند کئے بغیر پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی۔ لہٰذا اس صورت میں حدیث طاؤس سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو وہ بخاری و مسلم کی متفقہ حدیث نہیں ہے اور دوسرے اس کی حیثیت امت کے درمیان سخت اختلافی بھی ہے۔

۲۔ یوں فرض کیا جائے کہ ان دونوں حدیثوں میں تین طلاقیں متفرق طور پر دینا مراد ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ حدیث طاؤس قابلِ استدلال نہیں رہی۔ کیونکہ سارا جھگڑا اور اختلاف تین طلاقوں کو بیک لفظ دینے سے متعلق ہے۔ لہٰذا اگر متفرق طور پر دینا تسلیم کر لیا جائے تو یہ بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے:

۳۔ تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث عائشہ رض میں متفرق طور پر دینا مراد ہو۔ اور حدیث طاؤس میں اکٹھا دینا مراد ہو۔ تو یہ بات بلا دلیل و بلا سند ہونے کی بنا پر مردود اور باطل ہو گی۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک من مانا استدلال اور دوہرا معیار ہو گا جس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔

۴۔ اور چوتھی صورت یوں فرض کی جا سکتی ہے کہ حدیث عائشہ رض میں تین طلاقیں اکٹھا طور پر اور حدیث طاؤس میں متفرق طور پر دینا مراد ہو۔ تو اکثر اہل علم کی یہی رائے ہے اور بڑے بڑے علماء کے علاوہ خود ائمہ حدیث مثلاً امام ابو داؤد رح اور امام نسائی وغیرہ نے بھی اس کی یہی تاویل کرتے ہوئے حدیث طاؤس کو "غیر مدخول بہا" (وہ منکوحہ عورت جس سے شب باشی نہ کی گئی ہو) پر محمول کیا ہے۔ جیسا کہ خود اسی سلسلے کی بعض روایات میں اس کی تصریح موجود ہے۔ یعنی جب کوئی شخص غیر مدخول بہا سے یوں کہے کہ:۔

"تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے" تو اس سے صرف ایک طلاق پڑے گی۔ کیونکہ ایسی عورت پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائن (جدا) ہو جاتی ہے اور باقی دو طلاقیں لغو قرار پاتی ہیں۔

ایک وضاحت ۔ اس مختصر گفتگو سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حدیث رکانہ اور حدیث طاؤس شدید

تعارض و تضاد کی بنا پر قابلِ حجت نہیں ہیں جو شریعت کے دوسرے نصوص سے میل نہیں کھاتیں۔

واضح رہے کہ اس موقعہ پر حدیث عائشہؓ کے نام سے جو حدیث اوپر مذکور ہے وہ فاطمہ بنت قیس والی حدیث نہیں جن کے شوہر کا نام رفاعہ قُرظی تھا بلکہ وہ ایک دوسرے شخص سے متعلق ہے جن کا نام رفاعہ نضری تھا اور ان دونوں کا واقعہ ایک جیسا ہے اور مزید یہ کہ ان دونوں مطلقہ عورتوں سے عبدالرحمن بن زبیر نے نکاح کیا تھا۔ اور یہ دونوں حدیثیں حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہیں۔ لہذا بعض لوگوں کو اس سے اشتباہ ہو گیا۔ اور انہوں نے دعویٰ کر دیا کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ اور مزید یہ کہ فاطمہ بنت قیس سے متعلق بعض دیگر روایات میں تصریح موجود ہے کہ ان کے شوہر نے انہیں یمن جاتے وقت تیسری اور آخری طلاق دی تھی۔ لہذا یہ تینوں طلاقیں متفرق طور پر تھیں نہ کہ اکٹھی۔ مگر مذکورہ بالا تفصیل سے یہ اشتباہ پوری طرح زائل ہو جاتا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ ابن حجرؒ کی بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں (جلد ۹ ص ۳۶۷ اور ۳۶۸ مطبوعہ ریاض)

محدثین کا مسلک اس موقع پر یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیئے کہ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں (رفاعہ قُرظی اور رفاعہ نضری) کو ایک ہی باب میں درج کیا ہے۔ اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ حدیثیں ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ امام بخاری کے نزدیک بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ یہی بات ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ان حدیثوں کو درج کیا ہے۔ اور باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے۔

"باب من اجاز الطلاق الثلاث" یعنی سلف میں جن بزرگوں نے تین طلاق کے وقوع کو جائز قرار دیا ہے اس کا بیان۔ اس عنوان کے تحت امام بخاری کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ امام بخاری ایک بلند پایہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑے نکتہ رس فقیہہ بھی تھے چنانچہ ان کی یہ عادت ہے کہ اگر کسی حدیث سے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط ہو سکتا ہے تو وہ اسے عنوان باب بنا دیتے ہیں، اس لحاظ سے گویا کسی باب کا عنوان ان کے فقہی مسلک کا ترجمان ہوتا ہے۔

غرض امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کے نزدیک سنت رسولؐ کی رو سے بیک وقت تین طلاقوں کا وقوع ثابت ہے۔ اور یہی مسلک صحاح ستہ کے اکثر مؤلفین کا بھی ہے۔ خصوصاً امام ابوداؤد اور امام نسائی امام بخاری ہی کی طرح تین طلاقوں کے وقوع کا واضح مسلک رکھتے ہیں اور اس موضوع پر راقم سطور نے ایک علیحدہ مضمون تحریر کیا ہے۔

اجماع سے ثبوت قرآن اور حدیث کے بعد اب "اجماع" (کسی ایک دور کے اہل علم کا متفقہ مسلک) کی طرف آیئے تو معلوم ہو گا کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں تین ہوتی ہیں نہ کہ ایک۔ چنانچہ امام شافعی، علامہ جصاص رازی، ابوالولید باجی، قاضی ابن العربی اور علامہ ابن رجب وغیرہ بڑے بڑے

علماء اس بات کے قائل ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں اس مسئلے پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا ایک "خبر واحد" (ایک ہی فرد سے مروی روایت۔ جو صرف طاؤس سے مروی ہے اور کسی دوسری روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ تعارض ثابت ہوتا ہے) کو اجماع امت پر مقدم نہیں کیا جا سکتا بلکہ اجماع کو خبر واحد پر مقدم کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ خبر واحد میں غلطی اور وہم کا امکان موجود ہے جب کہ اجماع میں اس کا امکان نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کرام کے عمل اور فیصلے پر حرف آئے گا۔ مگر صحابہ کرامؓ کے اس متفقہ عمل اور فیصلے کو محض حضرت عمرؓ کا ایک تعزیری اقدام قرار دینا ایک بھونڈی تاویل ہے۔

بہرحال علامہ ابوبکر جصاصؒ رازی فرماتے ہیں کہ:۔

"قرآن، حدیث اور اجماع سلف سے اکٹھی دی ہوئی تین طلاقوں کا وقوع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایسا کرنا گناہ ہے"

(احکام القرآن ۱/۳۸۸، مطبوعہ بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین کے دور میں اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہی نہیں تھا سوائے ان لوگوں کے جن کا درجہ تابعین سے کمتر تھا۔ چنانچہ صحابہ اور تابعین کے ادوار میں تین طلاق کے وقوع پر اتفاق پایا جاتا تھا اور تم اس مسئلے میں سلف کی طرف کوئی خلاف بات منسوب کی ہوئی ہرگز نہ پاؤ گے (الناسخ والمنسوخ)

اور ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ سلف میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی جن کے فتاویٰ حلال حرام میں اعتبار کیا جاتا ہے، یہ بات صراحت کے ساتھ پائی نہیں جاتی کہ جس عورت سے مباشرت کی جا چکی ہو اسے اگر بلفظ تین طلاق دی جائے تو وہ ایک شمار ہوگی (مجلۃ البحوث الاسلامیہ صہ ۱۸)

اگرچہ ابن قیم اور بعض دیگر اصحاب نے اس قسم کے اجماع کا انکار کیا ہے۔ مگر خود علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم تک کو بھی اعتراف ہے کہ یہ جمہور صحابہ و تابعین کا مسلک تھا۔ چنانچہ ابن تیمیہ تحریر کرتے ہیں:۔

وھو قول مالك . وابي حنيفه واحمد وهذا القول منقول عن كثير من السلف

من الصحابه والتابعين . (فتاوی ابن تیمیہ ۳۳/۸)

اور ابن قیم تحریر کرتے ہیں:

وهذا قول الائمة الاربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضي الله عنهم

(زاد المعاد ۵/۲۴۷)

یہ دونوں حضرات صحابہ اور تابعین کے لئے "جمہور" اور "کثیر" کے الفاظ اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک بعض صحابہ اس کے خلاف تھے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا نام لیتے ہیں۔ مگر صحیح روایات کی رو سے یہ بات ثابت نہیں ہے بلکہ علمائے محققین کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی طرف اس کی نسبت بالکل

غلط ہے اور اس کو خود ابن قیم بھی تسلیم کرتے ہیں (دیکھئے اغاثۃ اللھان ۱/۳۳۰)

اور تابعین میں سوائے طاؤس اور عکرمہ کے اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا۔ مگر یہ حضرات بھی (خاص کر طاؤس) اس کو غیر مدخول بہا پر محمول کرتے تھے۔ خود علامہ قیم نے اس کا اعتراف کیا ہے (دیکھئے حوالہ مذکور صد ۳۲۷) اصل عقیدہ سے واقعہ یہ ہے کہ علامہ ابن قیم نے کتاب مذکور (صفحات ۳۲۴ تا ۳۲۹) میں جتنے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے وہ سب تابعین کے درجے سے نیچے کے لوگ ہیں اور ان میں بھی اکثریت اس کو مطلقاً نہیں بلکہ غیر مدخول بہا سے متعلق قرار دیتی ہے۔ لہٰذا اس سے اجماع کی قطعیت متاثر نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ محض ایک ادّعائی بیان اور خواہ مخواہ قسم کا "نزاع" ہے جس کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ نہیں ہے۔

غرض علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی نظر میں اگر اجماع ثابت بھی نہ ہو تو حجت کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ صحابہ کرامؓ اور تابعین کی اکثریت جس مسئلے پر متفق ہو جائے وہ قابل عمل اور قابل حجت کیوں نہیں بن سکتا؟ اور ان کی عظیم ترین اکثریت کے مقابلے میں ایک یا دو افراد کا اختلاف حجت کیسے بن سکتا ہے؟ یہ ایک ایسا اصول ہے جو ایک معمولی درجے کے شخص کی سمجھ میں بھی بآسانی آسکتا ہے اور اس پر لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے:۔

"میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا جب تم امت میں اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم یعنی اکثریت کے ساتھ ہو جاؤ" (ابن ماجہ)

حاصل کلام یہ کہ ایک اجماعی مسئلہ محض چند گنے چنے افراد کے اختلاف کے باعث "نزاعی" ہرگز نہیں بن سکتا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ طبقۂ صحابہ میں اس کا کوئی بھی مخالف نہ ہو۔ اور خود علامہ ابن قیم نے اس سلسلے میں بعض علماء کا ایک قول فیصل اس طرح نقل کیا ہے:۔

"جس شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ تجھے تین طلاق ہے تو جمہور کے مسلک کے مطابق اس سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی پر فیصلہ ہے، اسی پر فتویٰ ہے اور یہی قول بلاشبہ حق ہے" (اغاثۃ اللھفان ۱/۳۲۶)

قیاس سے ثبوت | بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے کہتے ہیں:۔

چونکہ اس طرح طلاق دینا بدعت اور حرام ہے اس لئے وہ واقع نہیں ہو سکتیں۔ گویا کہ کوئی غیر شرعی فعل سرے سے واقع ہی نہیں ہوتا حالانکہ یہ بات نہ صرف شرعی حیثیت سے بلکہ عقلی حیثیت سے بھی غلط اور مہمل ہے۔ شرعی حیثیت سے اس طرح کہ جب کوئی بات قرآن اور حدیث سے ثابت ہو جائے تو پھر اس میں رائے و قیاس سے کام لینا یا عقلی گھوڑے دوڑانا بالکل ناجائز اور باطل ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن اور حدیث کے احکام محض اپنے قیاس سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ خود علامہ ابن قیم نے بھی اس اصول کو تسلیم کیا ہے بلکہ وہ اس کے بہت بڑے داعی و علمبردار ہیں۔ چنانچہ موصوف

اس سلسلے میں اپنی کتاب "اعلام الموقعین" جلد اول میں "رائے باطل" کے عنوان کے تحت جو کچھ تحریر کیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جس میں "نصوص" کے مقابلے میں مجرد رائے کی شدید مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ بعض ائمہ کا اصول یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کے مقابلے میں ضعیف احادیث تک کو ترجیح دینے کے قائل ہیں۔

اور عقلی حیثیت سے اس طرح کہ کسی فعل کے غیر شرعی یا بدعت و حرام ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فعل سرے سے لغو اور باطل ہو جائے۔

بہرحال پچھلے مباحث سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاق دینا اسلام کی نظر میں پسندیدہ ہرگز نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ مگر جب کوئی شخص اس کا مرتکب ہو ہی جائے تو وہ فعل اپنی جگہ پر ضرور واقع ہو جائے گا۔ لغو یا باطل نہیں ہوگا۔ قرآن اور حدیث اس کے وقوع پر متفق ہیں اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس کو موافق عقل بھی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ یعنی وہ خلاف قیاس نہیں ہے بلکہ مخالفین کے قیاس سے زیادہ بہتر قیاس سے اس سے اثبات ہو سکتا ہے جب کہ مخالفین کا قیاس قرآن اور حدیث کے خلاف ہونے کی حیثیت سے قابل حجت نہیں ہے۔

چنانچہ اس موقعہ ایک نہایت اہم سوال یہ ہے کہ ممنوعات کے ارتکاب سے فعل واقع ہوتا ہے یا نہیں؟ تو جواب کی دو ہی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو واقع ہوگا یا بالکل نہیں ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آدھا یا ⅓ تو واقع ہو مگر آدھا یا ⅔ واقع نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسا کہنا غیر معقول اور خلاف عقل بات ہے۔ اس اعتبار سے تین کو ایک قرار دینے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ فعل ⅓ (ایک تہائی) واقع ہوا ہے اور ⅔ (دو تہائی) واقع نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ ایک غیر معقول بات ہے۔

اس اعتبار سے تین کو تین قرار دینا ہی قرین قیاس ہے۔ اور کتاب اللہ یا احکام شریعت کی خلاف ورزی سے فعل کالعدم نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح تین طلاقوں کو بیک وقت دینے سے منع کیا بالکل اسی طرح "ظہار" (اپنی منکوحہ بیوی کو اپنی ماں سے تشبیہ دینے) سے بھی منع کیا ہے اور اس فعل کو "منکر" اور "قول زور" یعنی جھوٹی بات کہا ہے (مجادلہ ۲۰)

مگر اس کے باوجود ظہار کرنے والا شخص منکر اور جھوٹ کا مرتکب ہو جاتا ہے اور وہ سزا سے بچ نہیں سکتا بلکہ اس پر کفارہ عائد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تین طلاق کا مرتکب بھی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس فعل کو مہمل یا کالعدم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ اس فعل کو کالعدم قرار دینے کا مطلب یہ ہونا چاہیئے کہ ایک طلاق بھی واقع نہ ہو جیسا کہ شیعوں کا مسلک ہے (حالانکہ یہ بھی خلاف عقل ہے) اس اعتبار سے یہ ایک زبردست قسم کا عقلی تضاد اور غیر معقول رویہ ہے جس کو دنیا کی کوئی منطق جائز قرار نہیں دے سکتی۔

دوسری مثال لیجئے۔ اسلام کے دائرہ سے نکل جانا (مرتد ہونا) اللہ کی نافرمانی ہے۔ مگر اس کا ارتکاب اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے اور اس کی بیوی کو اس سے جدا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ اگر کوئی شخص مرتد

ہوجائے تو اس کی بیوی کا نکاح ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ اس شخص پر حرام ہوجاتی ہے) یہی حال تین طلاقوں کے وقوع کا بھی ہے (ماخوذ از احکام القرآن، جصاص ۱/۳۸۷)

تیسری مثال لیجئے جو خود طلاق اور رجعت کے سلسلے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اور تم اپنی عورتوں کو تکلیف دینے کی غرض سے روک کر نہ رکھو" (البقرہ ۲۳۱)

یعنی رجعی دینے کے بعد جب عورت کی عدت ختم ہونے کو آئے تو پھر یا تو اسے شرافت کے ساتھ رخصت کر دینا ہے یا پھر شرافت کے ساتھ رجوع کر کے اپنی مطلقہ کو پھر سے بیوی بنا لینا ہے۔ مگر یہ بات جائز نہیں ہے کہ عورت کو خواہ مخواہ تکلیف دینے کی غرض سے طلاق سے تو رجوع کر لے مگر اسے پھر سے بیوی بنا کر اس کے حقوق ادا نہ کرے۔ اس طرح کا فعل اللہ کی نظر میں ایک معاشرتی گناہ ہے۔ مگر اس کے باوجود جب کوئی شخص ایسا کر ہی بیٹھے تو پھر اس کا حکم ثابت ہوجائے گا اور رجعت صحیح قرار پائے گی۔ کیونکہ ممنوعات کے ارتکاب سے فعل باطل نہیں ہوسکتا (ماخوذ از حوالہ سابق)

چوتھی مثال۔ اسلام میں زنا کرنا یا کسی کو ناحق قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے مگر اس کا مرتکب ظاہر ہے سزا سے بچ نہیں سکتا بلکہ اس پر شرعی حد جاری ہوجاتی ہے۔ یہی حال دیگر تمام "حدود" شرعی کا ہے کہ فعل حرام سے حدود ساقط نہیں ہوتیں۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ایک سادہ سی مثال لیجئے۔

اگر کسی کے ذمہ بطور قرض تین روپے باقی ہوں اور اسے ہر مہینہ ایک ایک روپیہ قسط وار ادا کرنے کی سہولت دی گئی ہو۔ مگر وہ تینوں روپے ایک ہی مہینے میں یا یک بارگی ادا کر دے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے صرف ایک روپیہ ادا کیا ہے یا کچھ بھی ادا نہیں کیا؟ اسی طرح ایک شخص سے کہا جاتا ہے کہ دیکھو تمہارے سامنے تین پھل رکھے ہوئے ہیں انہیں ایک دن میں ایک ایک کر کے کھاؤ ورنہ نہ صرف یہ کہ بدہضمی ہوجائے گی بلکہ تم کو سزا بھی دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ تینوں پھل یک ساتھ یا ایک ہی دن میں کھالے تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے صرف ایک ہی پھل کھایا ہے یا سرے سے کچھ کھایا ہی نہیں؟ اسی طرح اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ تم وقفے وقفے کے ساتھ تین فائر کرو۔ مگر اس نے تینوں فائر یک بارگی تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس نے صرف ایک ہی فائر کیا ہے؟ اس منطق کا جواز کیا ہے؟ ہاں البتہ ایسا شخص حکم عدولی کا مجرم ضرور قرار پائے گا اور تمام ائمہ یہی کہتے ہیں اور اس کی شرعی سزا یہ ہے کہ ایسے شخص کی منکوحہ بیوی اس سے جدا (بائن) ہوجائے گی۔ کیونکہ شریعت نے اسے طلاق کا حق سوچ سمجھ کر دینے کی غرض سے عطا کیا تھا اور اسے کافی مہلتیں اور سہولتیں عطا کی تھیں۔ مگر جب وہ شریعت کی عطا کردہ سہولتوں اور مصلحتوں کو پوری طرح نظر انداز بلکہ پامال کرتے ہوئے اپنے پورے اختیار کو یک بارگی استعمال کرنے ہی پر مصر ہے تو پھر یہ چیز واقع ہو کر رہے گی۔ اور وہ اختیار جو شریعت نے عطا کیا تھا (یعنی ایک ایک طلاق کر کے دینے کی صورت

میں اسے رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے) وہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور جب یہ اختیار ایک بار اس کے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر وہ دوبارہ اسے اس وقت تک واپس نہیں مل سکتا جب تک کہ اس کی مطلقہ عورت کسی دوسرے شوہر کا مزہ نہ دیکھ لے۔ ظاہر ہے کہ اس شخص نے اپنا یہ اختیار (جو اسے شریعت نے نہایت درجہ حکمت اور دانائی کے ساتھ عطا کیا تھا) خود اپنے ہی ہاتھ سے گنوا لیا ہے تو ایسا شخص حکم عدولی کی سزا سے کس طرح بچ سکتا ہے؟ وہ اپنے لئے رعایت کس طرح طلب کر سکتا ہے؟

بقول حضرت ابن عباس رضؓ:- "تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی لہذا تمہاری عورت تم سے جدا ہو گئی اب تمہارے بچاؤ کا کوئی راستہ باقی نہیں ہے۔"

اور اس موقع پر قانون سے ناواقفیت کا بہانہ کرنا ایک بے جا اور مہمل بات ہے۔ ظاہر ہے کہ ناواقفیت کے باعث قانون معطل نہیں کیا جا سکتا یا اس میں ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح تو قانون اور شریعت ایک کھیل تماشہ بلکہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائیں گے۔

اب رہی یہ دلیل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

مَنْ احدثَ فِي امرِنا هذا ما ليس مِنهُ فهو رَدٌّ

جس نے ہماری شریعت میں کوئی نئی بات پیدا کی تو وہ مردود ہے۔

تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ فعل سرے سے کالعدم ہو گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو مشروعیت حاصل نہیں ہو سکتی ورنہ تین طلاقیں دینے کا رجحان تو خود دورِ رسالت میں بھی موجود رہا ہے مگر اس سے فعل باطل یا لغو نہیں ہوا جیسا کہ خصوصیت کے ساتھ محمود بن لبید اور حضرت عائشہ رضؓ کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے (یہ دونوں حدیثیں اوپر گزر چکی ہیں)

نکاح ایک عمرانی معاہدہ ہے جیسے دیگر معاہدوں کی طرح فسخ کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ اسے جس طرح متفرق طور پر منسوخ کیا جا سکتا ہے اور شرعی و عقلی اعتبار سے اس کے عدم وقوع پر دلالت کرنے والی کوئی چیز موجود نہیں ہے بلکہ اس قسم کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ جس طرح سنجیدگی یا مذاق کی وجہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح سنجیدگی یا مذاق کی وجہ سے طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس اعتبار سے نکاح اور طلاق میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث سے یہ دونوں باتیں بخوبی ثابت ہوتی ہیں۔

ثلاثٌ جِدُّهنَّ جِدٌّ وهزلُهنَّ جِدٌّ - النِّكاحُ وَالطَّلاقُ والرَّجعةُ

تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔ نکاح، طلاق اور رجعت

(ترمذی ۳/۴۹۰، مطبوعہ بیروت)

حرفِ آخر۔ عورت اور مرد کے تعلقات کی استواری ایک خاندان اور معاشرے کی تعمیر میں نہایت درجہ

اہم حیثیت کی حامل ہے۔ مگر طلاق کا معاملہ ان خاندانی اور معاشرتی تعلقات کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا طلاق کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔ کہ کوئی شخص اس کو جس طرح چاہے استعمال کرنے لگ جائے۔ کیونکہ اسے طلاق دینے سے پہلے طلاق کے عواقب و نتائج پر ہزار بار سوچ لینا چاہیئے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔ یہ بات عموماً دیکھی گئی ہے کہ لوگ طلاق دینے سے پہلے علماء یا سمجھدار لوگوں سے مشورہ نہیں کرتے بلکہ تین طلاق دے کر ان سے رجوع کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کس طرح پھر سے اپنی مطلّقہ کو بیوی بنا کر رکھنے کی اجازت مل جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس طرح کی اجازت دینا علماء کے اختیار میں نہیں ہے۔ کوئی عالم خدا کی حرام کردہ چیز کو حلال یا حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کر سکتا۔

علامہ ابن قیمؒ نے سورہ نساء کی آیات ۱۲۷ اور ۱۷۶ (اللہ یفتیکم ۔ اللہ فتوی دیتا ہے) سے استدلال کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ (شریعت کے معاملات میں) فتویٰ دینے والے حضرات اپنے فتاویٰ میں دراصل رب العالمین کی نیابت کرتے ہیں (اور اس اعتبار سے اصل مفتی گویا کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور مفتی صاحبان کی حیثیت شرع شریف یا قانون خداوندی کی طرف وضاحت کرنا ہے) گویا کہ وہ رب العالمین کی طرف سے (فتاویٰ الٰہیہ پر) دستخط کرنے والے ہیں (اعلام الموقعین ۱/۱)

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب کا نام "اعلام الموقعین" جو رکھا ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں "اللہ کی حاکمیت پر دستخط کرنے والے" لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ علمائے کرام ایک ایسی چیز پر دستخط نہیں کر سکتے جو شریعت الٰہی کے کسی حکم کو بدل دینے والی ہو۔

اس موقعہ پر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ قانون سے جہل یا ناواقفیت کے باعث قانون بدل نہیں سکتا۔ اور نہ کوئی شخص قانون سے ناواقفیت کا بہانہ کر کے مقررہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اس کو کسی بھی ملک یا قوم کا دستور جائز قرار نہیں دے سکتا چاہے وہ دیوانی قانون ہو یا فوجداری ضابطہ۔

قانون اس لئے بنایا جاتا ہے کہ معاشرے کو اس پر چلایا جائے اور اسے قانون کا پابند بنایا جائے۔ اور اس اعتبار سے معاشرہ قانون کا پابند ہے۔ مگر قانون معاشرے کا پابند نہیں ہو سکتا۔ اور پھر ایسی صورت میں جب کہ وہ قانون خدا کا بنایا ہوا ہو۔ مگر اب امت میں بعض تحریکیں ایسی چل رہی ہیں جن کا منشا یہ ہے کہ امت کا یہ چودہ سو سالہ متفقہ قانون بدل دیا جائے۔ اور علماء سے اس مسئلے میں نظرثانی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ لیکن اوپر کی تفصیلات سے ظاہر ہو گیا کہ علماء کو اس قسم کا اختیار سرے سے حاصل نہیں ہے کیونکہ اس قسم کا اقدام نہ صرف قرآن اور سنت رسولؐ کے خلاف ہے بلکہ وہ اجماع امت سے بھی ایک انحراف ہے۔ اصول فقہ کی رو سے شرعی قانون کا مآخذ چار چیزیں ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اور ان چاروں چیزوں سے تین طلاق کا وقوع ثابت ہے۔ لہٰذا اس کو بدلنے کا مطالبہ کرنا شریعت کو بدلنے کا مطالبہ ہے جو ناقابل قبول ہے۔

اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ اگر افراد معاشرہ قانون سے ناواقف ہیں تو اس میں قصور کس کا ہے؟ ظاہر ہے

(باقی صفحہ ۵۸ پر)

نئی کارمینا نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثیر

انسان کی تن درستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا کو پودینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔

نئی کارمینا نظامِ ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و دُرست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

بچّوں، بڑوں سب کے لیے مفید **نئی کارمینا** ہمیشہ گھر میں رکھیے
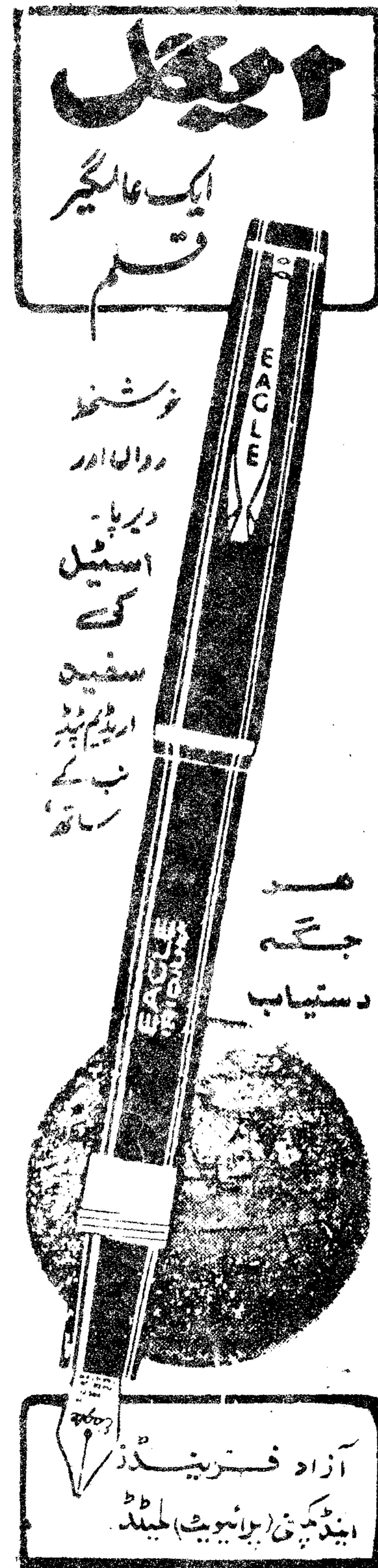
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
حُسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

مولانا محمد عبدالمعبود مدظلہ۔ راولپنڈی

کسبِ حلال

مُوجبِ صد افتخار ہے باعثِ عار نہیں

"کسبِ حلال" عبادت وریاضت کی رُوح اور جنت کی ابدی نعمتوں کے حصول کا مؤثر ذریعہ ہے۔ کوئی بھی "پیشہ" انسانی تمدن کو بامِ عروج تک پہنچانے اور ترقی کی بلندترین منازل طے کرنے میں مرکزی کردار کا حامل ہوتا ہے "پیشہ" انسانیت کے لیے باعثِ ننگ وعار نہیں بلکہ موجبِ صد افتخار ہے۔ کیونکہ انسانی ضروریات کی بیشتر اشیاء "پیشہ ور" لوگوں کی رہینِ منت ہیں۔ اقوامِ عالم کی فلاح وبہبود اور ترقی وخوشحالی میں "پیشہ" جزو لاینفک ہے۔

لیکن یہ بہت بڑی ستم ظریفی ہے کہ عامۃ الناس کو "پیشہ ور" کی اصطلاح مہیب معلوم ہوتی ہے جس سے نفرتوں کے طوفان اُمڈ آتے ہیں۔ اگر مہذب انداز میں "صنعت کار" جیسے خوشنما الفاظ ادا کیے جائیں تو "عظمت و وقار" کی علامت گردانا جاتا ہے، حالانکہ یہ محض الفاظ کی کرشمہ سازی ہے ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔

خالقِ کائنات نے نظامِ کائنات کو جس حُسنِ انداز سے ترتیب دیا ہے وہ بے حد قابلِ ستائش ہے نسلی اور طبقاتی تقسیم صرف پراگندہ ذہنیت کی اختراع ہے ورنہ تمدنی خوشحالی اور ترقی میں زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے والوں کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

اسلام نے ذات پات اور رنگ ونسل کے فرق کو مٹا کر اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے کہ بنی نوعِ انسان کا آپس میں فرق وامتیاز اور ایک دوسرے پر فضیلت وبرتری کا دارومدار صرف اور صرف اکتسابِ فضائل اور اجتناب رذائل پر ہے۔

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انسانیت قومی، قبائلی اور نسلی طبقات میں بٹی ہوئی تھی۔ طبقاتی خلیج اتنی وسیع اور ان کا باہمی فرق اتنا تھا جتنا انسان اور حیوان، بندہ اور آقا، عابد اور معبود میں ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں وحدت و مساواتِ انسانی کا تصور وخیال تک عنقا تھا۔ بعض نسلوں اور قبیلوں کو خدائی تقدیس حاصل ہونے کا دعویٰ تھا۔ بعض کے سر میں مافوق البشر ہونے کا سودا تھا۔ بعض خاندان اپنا نسب خدا سے ملاتے اور بعض سورج اور چاند سے ملاتے تھے۔ جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا قول تھا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔ اور فراعنۂ مصر کا خیال تھا کہ وہ سورج دیوتا "راع" (RE) کا مظہر ومجسمہ ہیں۔ ایران کے اکاسرہ کہتے تھے کہ ان کی رگوں میں الٰہی خون گردش کر رہا ہے۔ کسریٰ پرویز کی

تعریف یہ کی جاتی تھی کہ :۔

"وہ خداؤں میں انسان لافانی اور انسانوں میں خدائے لاثانی ہے، وہ سورج کے ساتھ طلوع ہوتا اور اپنے نور سے تاریک راتوں کو روشن کرتا ہے۔"

رُوم کے قیصر بھی خدا سمجھے جاتے تھے اور ان کا لقب AUGUST یعنی عظیم وجلیل ہوتا تھا۔ چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان زادہ سمجھتے تھے، اُن کا اعتقاد تھا کہ آسمان نر اور زمین مادہ ہے اور دونوں کے ملنے سے یہ کائنات بنی ہے۔

عرب اپنے سوا ساری دُنیا کو عجم (بے زبان) سمجھتے تھے۔ قبیلہ قریش اپنے کو تمام قبائل سے برتر اور افضل سمجھتا تھا۔

ہندوستان اس معاملہ میں ساری دنیا سے آگے تھا۔ یہاں کے باشندوں کو چار طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ (۱) برہمن اور مذہبی طبقہ۔ (۲) فوجی اور سپاہی یعنی چھتری (۳) تجارت و زراعت کرنے والے یعنی ویش (۴) خدمت گار یعنی شودر۔ یہ سب سے نچلا طبقہ گردانا جاتا تھا۔ اس طبقاتی تقسیم میں برہمن کو ایسی عظمت اور مرکزی حیثیت حاصل کہ کوئی دوسرا اس کا شریک سہیم نہ تھا، اور شودر برہمن کے ساتھ بیٹھنے، اسے چھونے یا مذہبی کتابوں کی تعلیم حاصل کرنے کا مجاز نہ تھا۔ کُتے، بلی، مینڈک، چھپکلی، کوّے، اُلو اور شُودر کے مارنے کا کفارہ برابر تھا، پیشہ ور قوموں کو شہر کے اندر قیام کی اجازت نہ تھی۔

عین اس وقت جب نسلی اور طبقاتی تقسیم کی چکی میں پوری دنیا پس رہی تھی، انسانی عظمت و تقدس کو پامال کیا جا رہا تھا، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت و مساواتِ انسانی کا ایسا انقلاب انگیز اعلان فرمایا جس نے نسب و نسل کے تمام بتوں کو سرنگوں کر کے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔

ایھا الناس ان ربکم واحد واباکم واحد کلکم لآدم وآدم من تراب، ان اکرمکم عند اللہ اتقکم، لیس لعربی علی اعجمی فضل الا بالتقوٰی۔ (کنز العمال)	اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت حاصل نہیں مگر تقوٰی کے ساتھ۔
ان اللہ قد ذھب عنکم عصبیۃ الجاھلیۃ وفخرہا بالآبا انما ھو مومن تقی او فاجر شقی۔ الناس بنو آدم وآدم خلق من تراب۔ لا فضل لعربی علی عجمی الا بالتقوٰی۔ (ترمذی)	اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلی عصبیت اور آباؤ اجداد پر فخر کا طریقہ ختم کر دیا ہے اب یا تو مومن متقی ہوگا یا فاجر شقی، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوٰی کے ساتھ۔

اس کے بعد انسان وحدتِ ربوبیت اور وحدتِ بشریت کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ نسلی، لسانی اور طبقاتی تقسیم کا

فریبت واصلِ جہنم ہوُا، پھر ایک گھاٹ سے شیر اور بکری کو پانی پیتے دنیا کو دیکھا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایرانی نژاد سلمان فارسیؓ کو فرمایا: سلمان منّا اھل البیت۔ یعنی سلمان اہل بیتِ نبوت میں سے ہے۔ جب
سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے مبلغ علم کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بڑے فخر کے ساتھ فرمایا:۔

علم العلم الاوّل والآخر بحر لا ینزف — انہیں علم اوّل اور علم آخر سب کا علم تھا اور وہ ایسا دریا تھے
ھو منّا اھل البیت۔ — جو پایابی سے ناآشنا رہا، سلمان ہم اہلبیتِ نبوت
(الاستیعاب) — میں سے ہیں۔

علم اوّل سے مراد کتُبِ سابقہ کا علم اور علم آخرت سے مقصود آخری کتابِ الٰہی قرآن مجید کا علم ہے۔
اور یہ اسلامی مساوات ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ جب حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام زادہ حضرت
اسامہ بن زیدؓ کی کمان میں شام کو لشکر روانہ فرمایا تو اُن کی ماتحتی میں جلیل القدر قریشی اور انصاری صحابہ جن میں سیدنا صدیق اکبرؓ
سیدنا فاروقِ اعظمؓ بھی تھے لیکن کسی کو بھی اس پر اعتراض نہ ہوُا، اور نہ کسی کے دل میں ملال آیا کہ ایک غلام زادے کو
جلیل القدر مہاجرین و انصار کا سربراہ کیوں بنا دیا گیا۔

امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا اندوہگین سانحہ پیش آیا تو سیدنا عثمان ذوالنورینؓ،
سیدنا علی المرتضیٰؓ جیسے کبار صحابۂ کرام موجود ہونے کے باوصف آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی نماز جنازہ ایک غلام نے پڑھائی
انہی کی اقتدا میں سب صحابۂ کرامؓ نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور وہ تھے سیدنا صہیب رُومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور بات اسی پر ختم نہیں
ہوجاتی بلکہ یہی غلام خلافت جیسے بلند ترین منصب پر تین دن تک فائز رہا اور کسی بھی مسلمان نے اعتراض نہ کیا اور نہ ہی کسی کی
پیشانی پر ناگواری کے آثار تھے۔ یہ تمام اسلامی تعلیماتِ اخوت و مساوات کا اثر تھا۔ اسی طرح تمام سلاسلِ طریقت کے امام
اور قبل سرسبد حضرت خواجہ حسن بصریؒ بھی ایک غلام زادہ تھے۔

یہ ایک بے حد حیرت افزا حقیقت ہے کہ عربوں کی سب سے بڑی قاہرہ حکومت جو بنوامیہ اور بنوعباس پر بسیط تھی اُس
کے کتنے ہی عجمی علماء و فضلاء کو انہی عربوں نے نہ صرف اپنا امام [illegible] بلکہ اُن کی خوشہ چینی
کرنے کو فخر سمجھا اور دینی علوم میں ان کے تفوق اور امتیاز کے [illegible] ایسے تعظیمی [illegible] سے یاد کیا جن سے
عرب کو محروم رکھا گیا۔

چنانچہ امام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ الجعفی البخاری صاحب جامع الصحیح البخاری کو "امیر المومنین فی الحدیث" کے
لقب سے نوازا، اور اُن کی کتاب کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" کا درجہ دیا۔ امام ابوالمعالی عبدالملک الجوینی نیشاپوریؒ
کو عرب علماء اور فضلاء نے "امام الحرمین" جیسے امتیازی لقب سے نوازا۔ اور امام ابوحامد محمد بن محمد الغزالی الطوسیؒ کو
"حجۃ الاسلام" کہہ کر پکارا۔

اسلام کے اس اصلاحی اور انقلابی کارنامے کا اعتراف غیر مسلم مؤرخین کو بھی ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:۔

مشہور برطانوی مؤرخ مسٹر ٹائن بی (A.J.TOYN BEE) اسلامی مساوات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں کے درمیان نسلی امتیاز کا خاتمہ اسلام کے عظیم کارناموں میں سے ایک ہے، اور موجودہ دور میں تو اسلام کی یہ سعادت وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے"

انہی نسلی، نسبی، لسانی اور طبقاتی امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر علامہ عبدالکریم سمعانیؒ نے اپنی معروف کتاب "الانساب" میں پیشہ ور حضرات کے ورع وتقویٰ، زہد وریاضت اور علمی شوکت وسطوت کے ایمان افروز تذکرہ سے مادہ پرست دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ لیکن جہاں علامہ عبدالکریم السمعانیؒ کی "الانساب" جیسی نادر الوجود اور گراں بہا کتاب کی دستیابی بیحد مشکل ہے، اور پھر اس سے استفادہ ہر کس وناکس کے بس کا روگ بھی نہیں ہے۔

ناشکری اور بخیلی ہوگی کہ اندریں حالات مرکز علم دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ مؤتمر المصنفین اور صاحب علم ودانش فاضل جلیل عالم نبیل علامہ عبدالقیوم حقانی کے سپاس گذار نہ ہوں جنہوں نے ادبی رعنائیوں سے مزین ذی وقار تحفہ "اربابِ علم وکمال اور پیشۂ رزقِ حلال" پیش کر کے علمی دنیا پر احسانِ عظیم فرمایا ہے جو بے حد وجد آفریں فکر انگیز اور عبرت آموز ہے۔

علامہ حقانی کا حُسنِ انتخاب اس اعتبار سے بھی لائق تحسین وستائش ہے کہ اسی طبقہ کے علمی کمالات کو آشکارا کیا جو معاشرہ کی ستم رانیوں سے نالاں تھا اور جسے معاشرہ میں عزت وتوقیر کا سزاوار قرار دینے کی بجائے رذالت کے بحرِ عمیق میں دھکیلنے کی ہمیشہ مذموم جسارت کی جاتی رہی۔ لیکن ان نامساعد اور ناموافق حالات کے باوجود "پیشہ ور" حضرات نے اپنی جبلی اور فطری خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ثابت کر دیا کہ روحانی اور مادی ترقی میں نسلی امتیازات دخیل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ انسانی خلوص ومحنت اور نصرتِ خداوندی کا رہینِ منت ہے۔ انہوں نے مالی زبوں حالی سے بچنے کے لیے معاش اور کسبِ حلال کیلئے دستکاری، صنعت گری کا پیشہ اپنایا اور علوم نبوت سے اکتسابِ فیض سے آسمانِ علم ومعرفت پر نجوم الہدیٰ بن کر چمکے اور زمانے کے مقتدا اور امام بن گئے۔

علامہ حقانی موصوف نے تاریخی شواہد سے "پیشہ ور" حضرات کی عظمتِ رفتہ کو حیاتِ سرمدی سے نوازا اور اسے ہم دوشِ ثریا بنا دیا جس سے نہ صرف پیشہ ور لوگوں کو سرفرازی نصیب ہوئی بلکہ طبقۂ علماء کا بھی سر فخر سے بلند ہو گیا ہے۔ اللہ رب العزت موصوف کی اس انقلاب آفریں تالیف کو مسلمانوں کیلئے نفع بخش اور فیض بار بنائے اور ان کے علم وعمل میں پیش از پیش ترقی عطا فرمائے اور ادارہ مؤتمر المصنفین اور اس کے اربابِ اہتمام ومنتظمین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کی مساعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین

افکار و تاثرات

- سندھ کی تازہ ترین اور خطرناک صورتحال
- "منہج الھدایہ" دینی مسلمات کے خلاف ایک خطرناک سازش
- "الحق" کے مضامین اور قارئین

سندھ کی تازہ ترین اور خطرناک صورتحال | سندھ کے حالیہ فسادات میں شرپسند ہندوؤں نے ایک بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس غرض کے لیے بھارت سے متعدد تخریب کار سرحد عبور کرکے پہنچے ہیں اور راجستھان کے کیمپ میں تخریب کاروں کو تربیت دی جارہی ہے۔ حالیہ فسادات کے بعد اندرون سندھ آباد مہاجروں اور پنجابیوں میں اپنے مستقبل کے متعلق خوف پیدا ہو گیا ہے اور وہ نقل مکانی کر رہے ہیں۔ یہی سندھی شاونزم کا مقصد بھی ہے کہ لوگوں کو دہشت زدہ کرکے اندرون سندھ علاقہ خالی کرالیا جائے۔ تشدد اور فسادات کی کارروائیوں میں کئی ہندو نوجوان موقع پر گرفتار بھی کیے گئے لیکن بعد میں اثر و رسوخ کی وجہ سے رہا ہوگئے یا اُن پر برائے نام قسم کے مقدمات چل رہے ہیں۔ ٹنڈو محمد خان کے فسادات کا سرغنہ ایک ہندو بھگوان داس تھا۔ ایک ہندو سیٹھ گوکل بھی شرپسندوں کو مالی امداد دے رہا ہے۔ ہندو اساتذہ بھی پاکستان دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے شاہ لطیف کالج میرپور خاص کے دو درجن نااہل ہندو طلبہ نے کالج چھوڑ کر ہالہ کالج میں داخلہ لیا اور ہندو اساتذہ کی سرپرستی کے سبب امتیازی نمبر لیے اور فنی تعلیمی اداروں میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔

سندھ میں بھارتی اشاروں پر سرگرم ہندو ملکی سلامتی کے لیے ایک چیلنج بن گئے ہیں۔ یہ ہندو ایجنٹ تعلیمی اداروں سے لے کر منڈیوں تک اپنی سرگرمیوں کا جال پھیلا چکے ہیں۔ ایک طرف اس طبقے کی وجہ سے اسمگلنگ کا بازار گرم ہے اور دوسری طرف وہ جئے سندھ تحریک اور لسانی جھگڑوں میں ملوث طلبہ اور سیاسی کارکنوں کو سرمایہ فراہم کر رہا ہے۔ بھارت کے آلہ کار ہندو ایجنٹ ہر جگہ سندھی قوم پرستی کی آڑ لے رہے ہیں اور سندھی ہندو بھائی بھائی کا نعرہ لگا کر اپنے لیے سندھی عوام میں ہمدردیاں حاصل کرتے اور غیر سندھیوں کے خلاف نفرت پھیلاتے چلے جارہے ہیں۔ اگرچہ ۱۹۴۷ء میں سندھ سے نو لاکھ ہندو ترک وطن کر گئے تھے لیکن ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق بارہ لاکھ سے اوپر ہندو سندھ میں موجود تھے۔ اس لحاظ سے وہ آبادی کا ۴۰۲ فیصد بنتے ہیں۔ مگر قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس ہندو آبادی کا ارتکاز سندھ کے مخصوص سرحدی علاقوں میں ہے۔ ہندوؤں کی مجموعی تعداد کا ۴۶ فیصد ضلع تھرپارکر میں ہے۔

ہندوؤں کی ضلع وار آبادی کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ضلع	کل آبادی	ہندو آبادی
تھرپارکر	۱۵۰۱۸۸۲	۵۵۸۱۷۰
حیدرآباد	۲۰۵۴۱۵۹	۱۸۱۸۰۰
سانگھڑ	۹۲۲۷۳۰	۱۴۹۰۵۸
بدین	۷۷۶۶۱۴	۱۲۶۷۸۱
سکھر	۱۰۹۸۲۴۰	۴۶۳۱۰
جیکب آباد	۱۰۱۲۴۷۶	۳۱۵۲۳
خیرپور	۹۸۱۱۹۰	۲۰۵۹۶
نواب شاہ	۱۶۴۷۱۴۳	۲۰۵۴۸
لاڑکانہ	۱۱۳۸۵۸۰	۱۳۴۱۷
دادو	۱۰۷۷۰۵۲	۱۲۴۰۰
ٹھٹھہ	۷۶۱۰۳۹	۱۰۴۰۲
کراچی ایسٹ	۱۸۸۵۴۴۳	۹۲۵۴
کراچی ویسٹ	۲۱۵۶۲۷۰	۳۵۸۷
کراچی ساؤتھ	۱۳۹۶۲۷۱	۲۹۶۲۳
شکارپور	۶۱۹۵۷۶	۸۴۸۰

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ ۶۸ فیصد ہندو آبادی تین اضلاع تھرپارکر، بدین اور سانگھڑ میں ہے جو سرحدی اضلاع ہیں۔ جو ہندو بالائی سندھ میں ہیں وہ بھی سرحدی علاقوں میں منتقل ہونے کا رجحان ظاہر کر رہے ہیں۔

ہندو سندھ کی معیشت پر بھی حاوی ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں سندھ کی ۴۲ فیصد زرعی اراضی کے مالک ہندو تھے اور مسلمانوں کی بھی زیادہ تر زمین ہندوؤں کے پاس رہن تھی یا ان کے زیر انتظام تھی۔ اجناس کی تجارت اب بھی ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کاٹن جننگ فیکٹریوں، چاول چھڑنے کے کارخانوں اور کیمیاوی کھاد کی ایجنسیوں کے بھی مالک ہیں۔ جنوبی سندھ کی اجناس کی مارکیٹ پر وہ مکمل طور پر قابض ہیں۔ وہ ہنڈیوں کے کاروبار اور بھاری شرح سود پر رقم قرض دینے کا کام بھی کرتے ہیں اور غریب مسلمانوں کی بڑی تعداد اُن کے سودی قرضوں کے جال میں پھنسی ہوئی

ہے، عام لوگوں کے علاوہ متوسط طبقے کے زمیندار بھی ان سے قرضہ لیتے ہیں۔ ہندوؤں میں اسلحے کے ڈیلر بھی خاصی تعداد میں ہیں، مثلاً جیکب آباد کے ایک گاؤں کنوکوٹ میں اسلحے کے پانچوں ڈیلر ہندو ہیں اور یہ لاکھوں روپے سالانہ کا اسلحہ فروخت کرتے ہیں۔

پاکستانی ہندوؤں کے بھارتی ہندوؤں کے ساتھ روابط ہی قائم نہیں بلکہ یہ اپنی دولت بھی بھارت منتقل کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان میں کمائی ہوئی دولت سے بھارت میں ان کے مختلف کاروبار چل رہے ہیں۔ بیشتر ہندو خاندانوں کے کچھ لوگ یہاں ہیں اور کچھ بھارت میں مصروف کار ہیں۔ بھارتی حکومت راجستھان میں پاکستانی ہندوؤں کی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

ہندوؤں کے خفیہ اجتماعات اکثر ہوتے رہتے ہیں، ستمبر ۱۹۸۶ء کے بڑے خفیہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ سندھی ہندوؤں کو بھارت میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کرنی چاہیئے، ہندوؤں کے اسمگلنگ بزنس کے لیے سرحدی علاقے جنت ہیں۔ وہ الائچی، کالی مرچ، سپاری وغیرہ بہت اسمگل کرتے ہیں۔

سندھ کے تعلیمی اداروں میں ہندو طلباء جئے سندھ طلبا یونینوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ حیدر آباد، سکھر اور اندرونی اضلاع کے تعلیمی اداروں میں ہندو طلباء کا تناسب اُن کی آبادی کی نسبت بہت زیادہ ہے، ہندو اساتذہ بھی خاصی تعداد میں ہیں جو جئے سندھ کے لیے کام کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی بڑی تعداد محکمۂ تعلیم، محکمۂ صحت اور محکمہ مال میں ملازم ہے۔ ہندو ڈاکٹر خاصی تعداد میں ہیں۔ سندھ کے محکمہ مال میں بیس[۲۰] تحصیلدار ہندو ہیں، اور گریڈ سترہ[۱۷] یا اس سے اوپر کی کئی اسامیوں پر ہندو اچھی خاصی تعداد میں فائز ہیں۔

۱۹۸۳ء کی ایم۔ آر۔ ڈی کی تحریک کے موقع پر بھارتی علاقے کچھ بچھ، لکھپت اور بھیلے میں تحریک کی امداد کے لیے خصوصی کیمپ قائم کیے گئے تھے، بھارتی کیمپوں میں تخریب کاری کی تربیت دی جاتی ہے۔ بھارت میں سندھی سیوا سنگھ کے صدر مانک رام عیسائی نے کچھ دنوں پہلے ایک بیان میں کہا کہ "اگر جئے سندھ تحریک کی بھارت مکمل طور پر حمایت کرے تو سندھو دیش جلد وجود میں آجائے گا، کیونکہ سندھو دیش ہر سندھی کے دل کی آواز ہے۔

(الحاج محمد سعید۔ حویلیاں)

نُهج الهدایة "دشمن مسلمات کے خلاف ایک خطرناک سازش" | قبائلی علاقہ جات کے سکولوں کی لائبریریوں میں ایک کتاب الموسوم بہ "نہج الہدایہ" مصنفہ سید محمد عبداللہ ابن عبدہ الحسینی تقسیم کی گئی ہے۔ احقر نے کتاب کا مطالعہ کیا، کتاب میں غلط اور گمراہ کن واقعات پائے۔ یہ کتاب نیم علم لوگوں کے لیے موہم اور بے علم لوگوں کے لیے گمراہ کن ہے اور اس کے پڑھنے سے ایمان اور اسلام کو بیّن نقصان پہنچتا ہے ــــ مصنف نے جگہ جگہ حضرت علی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے لیے "علیہ السلام" لکھا ہے، اسی وجہ سے احقر کو شبہ ہوا کہ مصنف شیعہ ہے، لیکن جوں جوں کتاب پڑھتا رہا یہ

اندازہ ہوتا رہا کہ مصنف غالی اور گمراہ صوفی ہے کیونکہ کتاب تصوف کی زبان میں لکھی گئی ہے اور کئی جگہ کشفی حالات بھی بیان کیے گئے ہیں مگر اکثر واقعات بیداری کی حالت میں دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کے چھاپنے میں اس دور کے عبدالرؤف صاحب ڈپٹی سیکرٹری امور مذہبی و اوقاف صوبہ سرحد، خان ظفر علی خان صاحب وزیر قانون و پارلیمانی امور صوبہ سرحد اور سید امیر شاہ صاحب گیلانی پشاور پیش پیش ہیں۔

مصنف نے ہندوستان میں ہندوؤں کے راہنماؤں کو ہادیانِ ہند اور پیغمبروں میں شمار کیا ہے، مثلاً (۱) سری ہنومان جی (۲) سری رام چندر جی (۳) سری کرشن جی (۴) اور سری سیتا دیوی، جو کہ عورت ہے کو بھی ہادیانِ ہند میں شمار کیا ہے (۵) مہاتما بدھ اور گوتم بدھ کو بھی ہادیانِ ہند میں شمار کیا ہے اسی وجہ سے احقر کو مصنف پر اور کسی کا خیال گذرا

بہرحال مصنف نے اپنی بزرگی، کرامات اور غیبی اشیاء اور امور سے واقف ہونے کا برملا اعلان کیا ہے اور صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ یہ سب واقعات میں نے بیداری کی حالت میں دیکھے ہیں۔ اگر کشفی حالت کا ذکر کرتے پھر بھی کچھ جواز نکل آتا لیکن ایسا نہیں ہے۔ مصنف یہ بھی کہتا ہے کہ "مذکورہ بالا ہادیانِ ہند کو میں نے بیداری میں دیکھا اور وہ میری تعظیم بجا لائے"

مقدمہ کے ص۵ میں مصنف تحریر کرتا ہے کہ "گیارہ سال کی عمر میں چند جلیل القدر انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ سلف کی زیارت بیداری کے عالم میں نصیب ہوئی، انہوں نے میرے مستقبل کے تمام جزو کل کی بشارت دی اور میرے حال کی گواہی دی، میری تخلیق کی غایت بیان کی اور ہندوستان میں میرے فرائض منصبی کی نشاندہی کی اور بارگاہِ رحمۃ للعالمین کے خادم حقیقی اور عبداللہ کے القاب سے نوازا اور مخاطب فرمایا"

مصنف مقدمہ کے ص۳ میں لکھتا ہے "یہاں تک کہ کوہ ہمالیہ کے دامنوں کیلاش یا چلاس، کوہِ سلیمان، سراندیپ سیلون، کوہ آدم، پلِ آدم کے سفر و ہجرت کی خبر دی اور وہاں انبیاء و مرسلین اور لاکھوں صالحین سلف انبیاء کرام ہند سے ملاقات ہونے کی بشارت دی اور وہ حرف بہ حرف پوری ہوئی ہے اور پوری ہو رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی رحم و کرم سے اپنے انوارِ علوم وہبی، لدنی، اسرار، آفاق و انفس کے ابواب رحمت و ہدایت اس فقیر پر کھول دیئے، اس بے پناہ بارانِ رحمت رشد و ہدایت سے متواتر چالیس سال تک اللہ تعالیٰ نے سیراب فرمایا"

مقدمہ کے ص۳ پر مصنف لکھتا ہے کہ "ایک روز ندائے غیبی آئی۔ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (ترجمہ) جو کچھ تمہیں پہنچا ہے وہ سب کچھ تم دوسروں کو پہنچا دو"

کتاب کے ص۱۶ پر مصنف لکھتا ہے کہ "اس عاجز فقیر کو اللہ تعالیٰ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے وہ اسرار سربستہ اور بھیدِ ناگفتہ کی سیر کرائی اور میری خودی کے اندر ستر ہزار حجابات و مقامات دکھلائے، آخری منزل پر در مرشد و مولیٰ و رہنما پر لا کھڑا کر دیا، مہدی و مرشد کے در پر جب حاضر ہوا تو ستر ہزار مراتب خودی اپنے اپنے مراتب کے ساتھ انوار و تجلیات

لا الٰہ الا اللہ سے بہرہ ور آفاق و انفس میں اپنے انوار بکھیرنے ہوئے میرے اطراف میں پروانوں کی طرح جمع ہو گئے۔"

کتاب کے صفحہ ۱۸ پر مصنف لکھتا ہے کہ "اس کے بعد بارگاہِ رسالت و حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقیر آوارۂ کائنات کو اپنے سینۂ پُر انوار و تجلیات سے لگا کر لا الٰہ الا اللہ پڑھا کر فنا فی الرسول کے دائرہ میں داخل فرمایا اور پھر منصب عبودیت سے منسلک فرمایا۔ یہاں آکر فقیر نے اپنے نفس کی حقیقت کو جانا، تب بارگاہِ رسالت سے یہ امر صادر ہوا کہ اس عاجز فقیر نے جس سعادت ازلی، سلامتی ابدی کے گھر کو دیکھا ہے نوعِ انسانی کو اس گھر کی طرف آنے کی دعوت دوں۔"

کتاب کے صفحہ ۱۰۷ پر مصنف لکھتا ہے کہ "حضرت غوث الاعظمؒ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں مزید برآں ملتِ عظمیٰ مصطفوی میں بالعموم اور اس زمانہ میں بالخصوص حضرت علی علیہ السلام اور حضرت غوث الاعظمؒ سے بڑھ کر کوئی اور بزرگ خرق عادات اور کرامات میں مشہور و معروف نہیں ہے۔"

احقر نے جب کتاب مذکور شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ :-

"یہ کتاب مجموعی حیثیت سے نیم علم لوگوں کے لیے موہم اور بے علم لوگوں کے لیے گمراہ کن ہے۔ ایسی کتاب کے مطالعہ سے اسلام اور ایمان کو بیّن نقصان پہنچتا ہے۔" وھو الموفق

بہرحال اس خطرناک اور زہریلے لٹریچر پر فوراً پابندی لگنی چاہیئے، یہ سب حالیہ نئے سیاسی انقلاب کے ثمرات ہیں، خدا کرے کہ یہ دینی قوتوں کے اتحاد اور مزید غیرت و حمیت کی انگیخت کا ذریعہ ہو سکیں۔ آپ کی مساعی تو معلوم ہی ہیں اُمید ہے کہ اِدھر بھی خصوصیت سے توجہ فرما دیں گے۔

(مولانا) گل شیر حقانی جنرل سیکرٹری تنظیم اساتذہ فاٹا

الحق کے مضامین اور قارئین — الحق کا مئی ۱۹۸۹ء کا پرچہ بہت خوب اور مضامین بہت بہترین ہیں خاص کر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی تقریر تو عجیب ہے۔ اندازہ کے مطابق حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی نسبت نے کام کیا ہے۔ ہر جملہ اور ہر حرف میں سکون اور اعتماد کی فضا قائم تھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی مدد فرمادیں میری طرف سے مبارکباد دے دیں۔ (قاری محمد عبداللہ جامعہ علوم القرآن باران کلہ بنوں)

، الحمد للہ کہ جب تک ماہنامہ الحق اور آپ حضرات جیسے حساس علماء موجود ہیں تو دینِ اسلام، مقامِ رسولؐ، اور ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمان رشدی" اور "اکرم عربی" جیسے کروڑوں گستاخانِ رسول سے کوئی خطرہ و اندیشہ نہیں۔ ماہنامہ الحق باقاعدگی سے مطالعہ میں رہتا ہے۔ لاہور کے دجال (اکرم عربی) اور سلمان رشدی اور دیگر دین دشمن قوتوں، تحریکوں اور اداروں کے بارے میں پہلی بار صحیح اور مفصل معلومات ماہنامہ الحق ہی کے ذریعہ ہوتی رہیں۔ (ڈاکٹر عبدالعزیز خان چودھوان۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان)

UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یونی فوم

جناب شفیق الرحمٰن ندوی

عالمِ اسلام کی علمی و ثقافتی سرگرمیاں

گذشتہ دنوں مولانا ابوالکلام کی صد سالہ یوم پیدائش کی تقریبات ملک کے مختلف حصوں میں منعقد کی گئیں۔ عوامی سطح پر بھی اور سرکاری و نیم سرکاری سطح پر بھی۔ ان کی ادبی، دینی اور سیاسی خدمات کو یاد کیا گیا۔ ملک کی آزادی کی تحریک میں ان کی عظیم خدمات کے اعتراف کے طور پر رانچی میں حکومت نے ایک آزاد میموریل قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکاری اعلان کے مطابق اس یادگار کی تعمیر میں ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت آئے گی۔ وزیر اعظم نے اس کا سنگ بنیاد بھی نصب کر دیا ہے۔ انہی تقریبات کی ایک کڑی وہ جلسہ بھی ہے جو مولانا آزاد میموریل اکاڈمی کے زیر اہتمام ۸ اپریل ۸۸ء کو گورکھپور میں منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی شرکت طے تھی۔ مولانا سفر کے لئے بالکل تیار تھے۔ ادھر مسلمانانِ گورکھپور سراپا انتظار، اچانک معلوم ہوا کہ غیر معمولی تاخیر کے سبب جہاز نے لکھنؤ کے بجائے الہ آباد کا رخ کر لیا۔ اس طرح مولانا کا پروگرام منسوخ ہو گیا۔

مولانا آزاد میموریل اکاڈمی لکھنؤ کے صدر اور مرکزی وزیر ماحولیات جناب ضیاء الرحمٰن انصاری نے شرکت کی اور اپنی بے لاگ اور پرشدت تقریر کے ذریعہ ایک حد تک مولانا ندوی مدظلہ کی عدم شرکت کی تلافی کی۔ یوں جلسہ محض رسمی جلسہ بن کر نہیں رہ گیا۔

جناب ضیاء الرحمٰن صاحب انصاری کانگریس سے وابستہ ہیں اور حکومت میں شریک، اس کے باوجود حق بات کہہ جاتے ہیں، اور پوری قوت سے کہتے ہیں۔ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس کس کی پیشانی پر شکنیں پڑتی ہیں۔ پرسنل لا تحریک کے زمانے میں پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر پوری قوت سے اس کی حمایت کی۔ نام نہاد ترقی پسندوں نے قسم قسم کے القاب سے نوازا۔ طرح طرح کی باتیں کہیں۔ لیکن پرسنل لا تحریک کے دفاع سے گریز نہیں کیا۔ جب کہ ایک نام کے عارف نے مقام مسلمان سے مکمل عدم واقفیت کا ثبوت دیا۔ ملت کا ساتھ دینے والا مسلمانوں کی نگاہ میں احترام کا مستحق ٹھہرایا۔ اور حکومت کی نظر میں بھی سرخرو رہا۔ جب کہ ملت کے ساتھ بے وفائی کرنے والا اس انجام کو پہنچا جس کا وہ مستحق تھا۔

انصاری صاحب نے مولانا آزاد کی قدآور شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:-

"مولانا آزاد ایک فرد نہیں تحریک تھے۔ ان کی زندگی قدیم وجدید کا سنگم بن گئی تھی۔ وہ اپنی ذہانت اور علم کی بدولت دانشوروں اور بڑی سی بڑی شخصیت کے درمیان قد آور دکھائی دیتے تھے۔ تحریک آزادی کی آزمائشوں میں انہوں نے انہوں نے بے مثال صبر وتحمل، ایثار وقربانی، اولوالعزمی اور ثابت قدمی کا ثبوت دیا۔"

دانشوران فرنگ کی نقالی میں مذہب کو ہدف طعن بنانا اور سیاست کو مذہب سے جدا کرنے کا مشورہ دینا عام فیشن بن چکا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم کا کوئی امتیاز نہیں، سب ہی یہی راگ الاپ رہے ہیں۔ گویا سیاست کے لئے مذہب شجرۂ ممنوعہ ہے جو سیاست کی وادی میں قدم رکھنا چاہے وہ مذہب سے اعلان بیزاری کرے۔ یہ بالکل نئی صورت حال سامنے آئی ہے۔ تحریک آزادی کی جنگ میں متعدد رہنما ایسے تھے جن کی شناخت سیاسی سے زیادہ مذہبی تھی۔ پہلے مذہب کے بغیر اصولی سیاست کا تصور ہی نہیں تھا۔ مسلم رہنما تو خاص طور سے سیاست میں تو عبادت ہی کی نیت سے داخل ہوتے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایک مذہبی رہنما کی حیثیت سے پہلے متعارف ہوئے۔ اور کانگریس کے اسٹیج پر بعد میں جلوہ گر ہوئے۔ مولانا مدنی شیخ طریقت ہی نہیں ایک مشہور مدرسہ کے شیخ الحدیث بھی تھے۔ ان کی مذہبیت کبھی زیر بحث نہیں آئی۔ بلکہ ان کی مذہبیت ہی ان کی سیاست کو وقار واحترام فراہم کرتی تھی۔ مولانا آزاد کے نام پر منعقد ہونے والا جلسہ اس کا مستحق تھا کہ مذہب وسیاست کا تعلق زیر بحث آئے۔ چنانچہ ضیاء الرحمن انصاری صاحب نے دین وسیاست کی جدائی کا راگ الاپنے والوں کو مخاطب کرکے کہا:-

> "مذہب کو سیاست سے الگ کر دیا گیا تو سیاست انسانیت کے لئے وبال بن جائے گی۔ مذہب انسانی اخلاقیات کو سنوارنے کا ذریعہ ہے۔ اس کے جدا ہونے کے بعد برے بھلے کی تمیز باقی نہیں رہے گی۔ انسانی قدروں سے اگر مذہب کو الگ کر دیا گیا تو سیاست درندگی کا جامہ پہن لے گی اور انسانیت تھرا اٹھے گی۔"

جلسہ میں بعض غیر مسلم اہل قلم بھی شریک تھے۔ متعدد دانشوروں نے مولانا ابوالکلام کے ضمن میں مثبت اور تعمیری خیالات کا اظہار کیا۔ اور اعتراف کیا کہ مذہب اصولی سیاست کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ مذہب کے ذریعہ سیاست میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اس کی رعنائی و دلربائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مذہب کے ذریعہ سیاست انسانی قدروں کا احترام کرنا سیکھتی ہے۔

انگریزی کی بجائے عربی ایک اخباری اطلاع کے مطابق کویت کی وزارتی کونسل نے گذشتہ دنوں ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا ہے کہ تجارت، کاروبار اور دوسرے سرکاری کاموں کے لئے غیر ملکی زبانوں کی بجائے عربی زبان استعمال کی جائے۔ غیر ملکی زبان بلا ضرورت نہ استعمال کی جائے اس مقصد کے لئے حکومت نے تمام شعبہ جات کو سرکلر جاری کیا ہے نیز تاکید کی ہے کہ بلا تاخیر اس فیصلہ کا نفاذ ہو۔

برصغیر پاک و ہند کی طرح عرب بالخصوص خلیج کے ممالک میں انگریزی کا استعمال فیشن کی شکل اختیار کر گیا ہے ضرورت، بلا ضرورت یہاں تک کہ آپس کی گفتگو میں بھی کا استعمال عام ہے۔ اگر کوئی شہری عربی میں گفتگو کرتا ہے تو وہ ناقابلِ التفات قرار پاتا ہے۔ عربی زبان اپنے ہی دیس میں اجنبی بن کر رہ گئی ہے۔ روزمرہ کی بول چال میں اس کا استعمال رجعت پسندی اور پسماندگی کی علامت بن گیا ہے۔ اس پس منظر میں کویت کی وزارتی کونسل کا فیصلہ قابلِ تحسین ہے۔ یہ ایک مثبت فیصلہ ہے۔ اس کا مقصد عربی زبان کو اس کے گہوارے میں فروغ دینا ہے۔ اسے انگریزی دشمنی کسی طرح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلا ضرورت انگریزی یا کسی بھی دوسری غیر ملکی زبان کا استعمال احساس کہتری کی علامت ہے کاغذ پر فیصلہ کر دینے سے تبدیلی نہیں آئے گی۔ اور انگریزی کا چلن کم نہیں ہوگا جب تک فیصلہ کے نفاذ کا حقیقی جذبہ نہ پایا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی نگہداشت بھی ہو کہ فیصلہ پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں؟

نقاب شرعی لباس | مصری اخبارات میں ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ متعدد کالجوں کے ذمہ داروں نے نقاب پوش طالبات کے لئے کالجوں کے داخلے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ مصر میں اس کا شدید ردعمل ہوا۔ عوامی حلقوں کی جانب سے وسیع پیمانے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ ایک شہری نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس فیصلہ کے جواز کو چیلنج کیا بعد کی خبروں سے پتہ چلا ہے کہ وہاں کی عدالت نے اس فیصلہ کو غلط قرار دے کر منسوخ کر دیا ہے۔ جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ برقع یا نقاب کا استعمال مسلمان خواتین کے لئے شرعی لباس ہے۔ اس پر پابندی لگانا درست نہیں اور نہ اس سے نظم و نسق ہی کا کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور نہ اس سے تعلیمی اداروں کے آداب کی پامالی ہوتی ہے۔

مصر کے عوام دیندار اور اسلام کے شیدائی ہیں۔ ملک میں شریعت کا عمل دخل دیکھنا چاہتے ہیں۔ تمام تر قید و بند کے باوجود دینی جماعتیں فعال و سرگرم ہیں۔ گذشتہ الیکشن میں بڑی تعداد میں اسلام پسندوں کا پارلیمنٹ تک پہنچنا عوامی رخ کا آئینہ دار ہے، دشواری یہ ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح مصر میں بھی کلیدی عہدوں پر ایسے افراد قابض ہیں جو تہذیب فرنگ کے پروردہ ہیں۔ ذہنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی غلامانہ ذہنیت کے سبب عوام کے لئے مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اور خود اپنی پریشانیوں میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔ برقع پر پابندی اسی ذہنیت کی پیداوار ہے۔ مقام مسرت ہے کہ عدالت نے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے اس ذہنیت پر ضرب لگائی ہے۔

تھائی لینڈ میں مقابلہ قرآت | حفظ و قرآت کے مقابلوں میں اب کوئی ندرت نہیں رہی کہ ان کا خاص طور سے ذکر کیا جائے۔ مسلم ممالک کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں بھی جہاں مسلمان معتد بہ اقلیت میں ہیں اس نوع کے ایک دو مقابلے ضرور ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں مسلم تنظیمیں اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ البتہ تھائی لینڈ جیسے ملک میں جہاں مسلمان بہت کم ہیں معاشی اور تعلیمی دونوں میدانوں میں پسماندگی کا شکار ہیں وہاں اس نوع کے مقابلے بڑی اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں۔ اس عنوان سے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے مسلمان یکجا ہوتے ہیں اور ایک دوسرے

کے مسائل و مشکلات سے آگاہ ہوتے ہیں۔ دین کی خدمت اور قرآن مجید کی اشاعت کا خاص جذبہ لے کر گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے جادو بھرے الفاظ اور قاری کی دلکش آواز دلوں کو موم کرتی ہے۔ غیر مسلم بھی متاثر ہوتے ہیں، انہی کے طفیل بعض کو ایمان کی دولت نصیب ہو جاتی ہو تو بعید نہیں۔

تیسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان بچوں اور بچیوں کے اندر قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق بڑھتا ہے۔ عربی زبان سے نابلد ایک بچہ لحن داؤدی میں تلاوت کرتا ہے تو عرب فضلاء بھی وجد میں آجاتے ہیں اور بے ساختہ ان کی زبان سے سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کے کلمات جاری ہو جاتے ہیں۔

ان ہی مقاصد کے پیش نظر "دار الرابطۃ بنگلاک" نے قرآن مجید کے حفظ و تجوید کے مقابلے کا اہتمام کیا۔ گذشتہ تین برسوں سے بلاناغہ یہ مقابلہ ہو رہا ہے۔ اور تھائی لینڈ کے علاوہ انڈونیشیا اور ملائیشیا کے قاری بھی شریک ہوتے ہیں۔ مشاہدین کا خیال ہے کہ گذشتہ برسوں کے مقابلہ میں اس سال نمائندگی کچھ زیادہ تھی۔ شرکاء کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ یہ مقابلے ۲ تا ۱۰ شعبان کو منعقد ہوئے۔ اول، دوم اور سوم آنے والوں گراں قدر انعامات سے نوازا گیا۔ دوسرے شرکاء بھی محروم نہیں رہے۔

اس مرتبہ طالبات نے بھی مقابلہ میں حصہ لیا۔ حکم کے فرائض کی انجام دہی کے لئے عرب ممالک کے بعض نامور قاری بلائے گئے تھے۔

قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تلاوت سے عربی سے نابلد افراد بھی متاثر ہوتے ہیں اس لحاظ سے حفظ و قرأت، کا یہ مظاہرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

تبلیغ بذریعہ علاج ماہنامہ "ارض الاسراء" کی اطلاع کے مطابق جاپانی مسلمانوں نے ایک اسلامی ہسپتال قائم کیا ہے۔ جہاں خدمت خلق کے جذبہ سے مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے جو بھی مریض داخل ہوتا ہے اس کے ساتھ اسلامی اخلاق اور حسن سلوک کا پورا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر، نرس اور دوسرے خدمت گاروں کی ہمدردی اور حسن سلوک کا مریضوں پر گہرا اثر پڑتا ہے ہسپتال کے ڈائریکٹر ڈاکٹر رستوفی فوتا کا بیان ہے کہ شفایاب ہونے والے مریضوں کی ایک تعداد روحانی بیماریوں سے بھی شفایاب ہو جاتی ہے۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو جاتی ہے۔ اس طرح متعدد افراد مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔

جزائر فیجی میں پہلا اسلامیہ کالج ایک اخباری اطلاع کے مطابق جزائر فیجی کی مسلم تنظیم نے مرکزی شہر "سیوفا" میں ایک قطعہ زمین خریدا ہے۔ اس پر پہلے اسلامی کالج کی عمارت تعمیر کی جائے گی۔ اس مدرسہ یا کالج کے ذریعہ جزائر فیجی میں کام کرنے والے داعی اور مبلغ تیار کئے جائیں گے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس تنظیم کی زیر سرپرستی تیرہ ابتدائی چھ مڈل اور چھ ہائی اسکول مصروف عمل ہیں۔ جہاں دیگر مضامین کے علاوہ قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ علاوہ

اور انڈونیشیا کے شہروں اور دیہاتوں میں قائم مساجد کے اندر حفظ قرآن مجید کا نظم قائم ہے۔ ان مساجد میں جن کی تعداد ۵۰ ہے ہفتہ وار تفسیر بیان کی جاتی ہے۔ اس طرح یہاں رہائش پذیر مسلمان اپنا تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب ہیں۔

ام درمان میں قرآن کالج | ایک اخباری اطلاع کے مطابق سوڈان کے شہر "ام درمان" میں ایک "کلیۃ القرآن" (قرآن کالج) کا قیام عمل میں آیا ہے۔ گذشتہ دنوں اس کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی جس میں عوام، علماء اور سرکاری افسران کے علاوہ کویت سے عالمی اسلامی فلاحی ادارہ کے صدر جناب شیخ یوسف جاسم الحجی بھی شریک ہوئے۔ واضح رہے کہ اس کالج کی تعمیر کے لئے اس عالمی ادارہ نے سرمایہ فراہم کیا ہے۔

اس کالج کے قیام کا مقصد داعی و مبلغین اور مدرسین کی تیاری، قرآن مجید کی تعلیم، حفظ و قرأت کے علاوہ تفسیر اور دیگر دینی علوم کی تدریس ہے۔ بالفاظ دیگر سوڈان کے مخصوص حالات کے پیش نظر ایسے افراد تیار کرنا ہے جو وہاں عیسائی مشنریوں کے دجل و فریب کا پردہ چاک کر سکیں اور اسلام کی دعوت کا کام انجام دے سکیں۔

جرسی سٹی میں مسجد | ماہنامہ "ارض الاسراء" کے مطابق براعظم امریکہ میں واقع ملک نیوجرسی کے شہر جرسی سٹی میں رہائش پذیر مسلمانوں نے ایک یہودی عبادت خانے کو خریدا ہے۔ اب وہاں مسجد قائم کر دی گئی ہے جہاں مسلمان پنج وقتہ نماز پڑھتے ہیں۔ نیز ایک اسلامک سنٹر کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جہاں دینی لٹریچر فراہم کرنے کے ساتھ مختلف دینی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام ہوتا ہے۔

آسٹریلیا میں مسلمان | ایک اخباری اطلاع کے مطابق آسٹریلیا میں ۱/۲ ۳ لاکھ مسلمان ہیں۔ حفظ قرآن مجید، تجوید، عربی زبان اور دیگر دینی علوم حاصل کرنے والے مسلم بچوں اور بچیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ آسٹریلیا خالص مغربی تہذیب کا ملک ہے۔ یہاں مسلمان معاشی اور تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر گئے۔ اور آباد ہو گئے۔ آغاز میں دینی علوم کی طرف رجحان کم رہا لیکن گذشتہ چند برسوں کے دوران تبلیغی جماعت نے آسٹریلیا کو اپنی دینی سرگرمیوں کا مرکز بنایا جس کے نتیجہ میں ایک لاکھ سے زیادہ بچے اور بچیاں دینی تعلیم اور عربی زبان حاصل کر رہے ہیں۔

عمان میں علمی سرگرمیاں | خلیج عرب میں واقع یہ ملک بھی علمی ثقافتی سرگرمیوں میں پیچھے نہیں ہے۔ گذشتہ دنوں وہاں ایک فقہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں دنیائے عرب کے دیگر ممتاز علماء کے علاوہ شیخ الازہر نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس میں متعدد فقہی مسائل زیر بحث آئے۔ اور تبادلہ خیال ہوا۔ وہاں ایک علمی خدمت یہ انجام دی جا رہی ہے۔ کہ عالم کے تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار افراد کی ایک ڈائریکٹری تیار کی جا رہی ہے۔ جو زندگی کے کسی نہ کسی شعبے میں ممتاز رہے ہیں۔ ان کی دینی و اجتماعی پہلوؤں کو خاص طور سے نمایاں کیا جائے گا۔ یہ ڈائریکٹری چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہوگی۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۹۹۰ء تک یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔
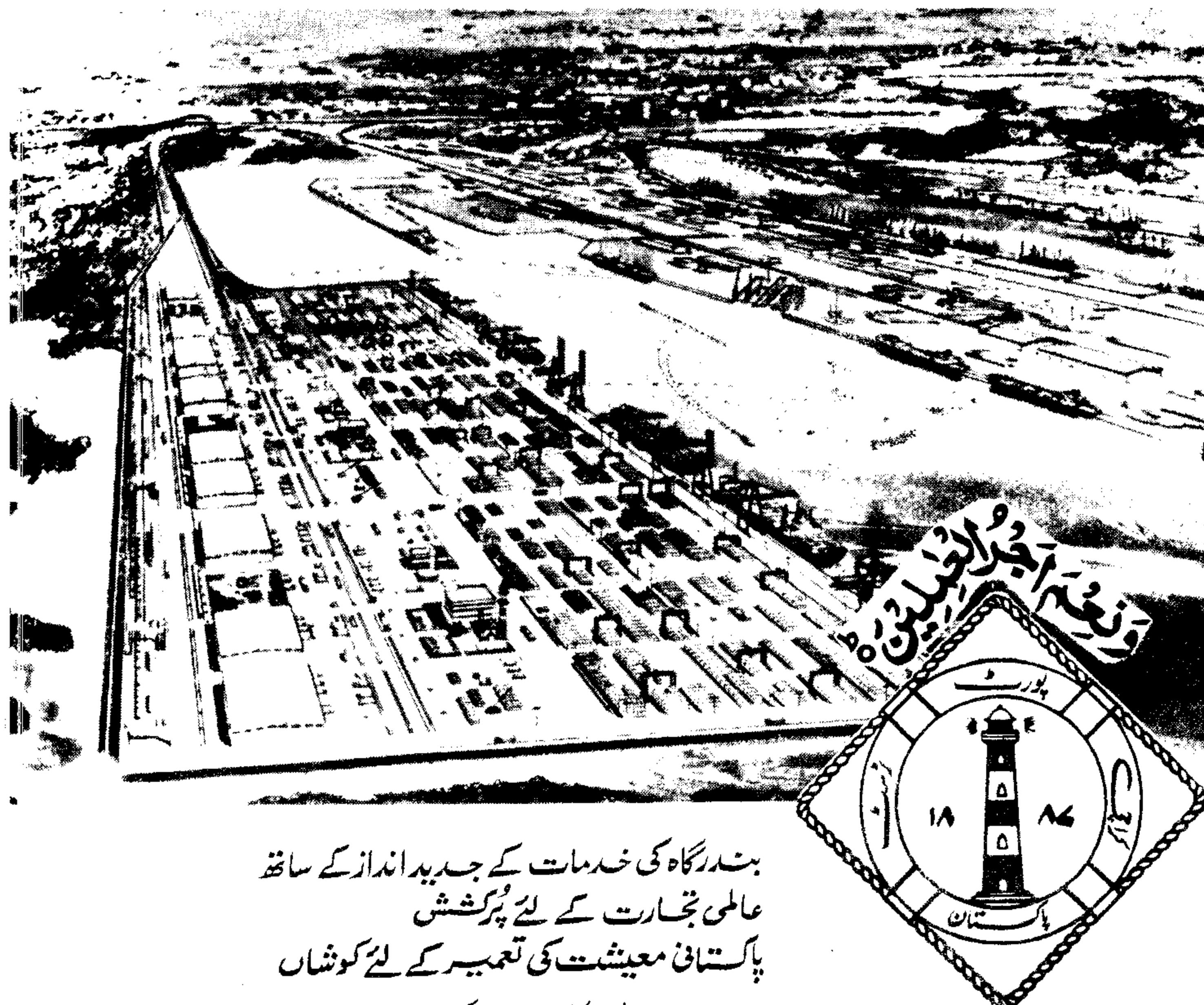
حافظ محمد اقبال رنگونی۔ مانچسٹر، انگلینڈ

سو سالہ جھگڑے کا آسان فیصلہ

فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اما بعد۔ مندرجہ بالا عنوان سے مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر کا ایک بیان ٹریکٹ کی صورت میں آٹھ صفحات کا لندن سے شائع کیا گیا ہے۔ جس میں موصوف نے وفات مسیح کے مسئلہ پر دل کھول کے وضاحت کی ہے۔ موصوف گستاخی کی کس حد کو پار کر گئے وہ ملاحظہ فرمائیے۔ موصوف کے بیان کی آخری تان اس گستاخانہ جملے پر ٹوٹتی ہے۔

"خدا کی قسم عیسیٰ مر چکا ہے اور اسلام زندہ ہے آج اسلام کی زندگی تم سے ایک فدیہ چاہتی ہے وہ کیا ہے؟ عیسیٰ کی موت! اس لئے عیسیٰ کو مرنے دو اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔"

یہ وہی انداز ہے جو موصوف کے باپ دادا اختیار کر چکے ہیں یقین نہ آئے تو مرزا غلام احمد کی اس عبارت کو پڑھ لیجئے۔

"عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں اسلام کی موت ہے۔" (ضمیمہ براہین ۵ صـ۴۰۶)

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ یہودیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں کا ہے۔ اسلام اور مسلمان اس عقیدے سے بری ہیں۔ قادیانیوں نے اس موضوع پر جو دلائل مہیا کئے تھے ان کی حقیقت بھی کھل گئی ہے اور ان کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھر چکی ہیں۔ یہ اس وقت کا موضوع نہیں۔ کہنا یہ ہے کہ قادیانی اس موضوع پر ہمیشہ اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ان کی موت ہے۔ ہم بھی عرض کریں گے کہ:۔

"خدا کی قسم عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں (اے مسلمانو) آج اسلام کی زندگی تم سے ایک عقیدہ چاہتی ہے وہ کیا ہے۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام۔ اس لئے حیاتِ عیسیٰ کا عقیدہ رکھو اسی میں قادیانیوں کی موت ہے۔"

۲۔ مرزا طاہر نے سو سالہ جھگڑے کو ختم کرنے کا آسان حل یوں تجویز کیا کہ:۔

"میں جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج دیتا ہوں اور اسی بات پر جھگڑا ختم ہو جاتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تم نے آسمانوں سے زندہ اتار دیا تو خدا کی قسم میں اور میری ساری جماعت سب سے پہلے بیعت کرے گی۔" (صـ۶)

مرزا طاہر نے اختلاف ختم کرنے کا جو احمقانہ حل تجویز کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مرزا طاہر اس بات سے واقف ہیں کہ ہم مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ہم خدا کے بندے اور اس کے غلام ہیں۔ خدا، یا خدائی طاقتوں کے مالک نہیں۔ ہاں قادیانیوں کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ مرزا صاحب "خدائی طاقتوں کے مالک و مختار تھے۔ ایک فرعون تھا جس نے

اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلیٰ کا نعرہ بلند کیا تھا مگر دریائے نیل کی موجوں نے ہمیشہ کے لئے اسے نمونہ عبرت بنا کر باہر ڈال دیا۔ تو وہ سر غلام احمد تھا جس نے اپنے آپ کو خدا کی مانند (حاشیہ اربعین ص۳) اور زندہ کرنے اور مارنے کی صفت موجود ہونے کا اعلان کیا۔ (خطبہ الہامیہ ص۲۳) مگر دنیا نے یہ ہوشربا منظر بھی دیکھا کہ مرزا صاحب کی متعفن لاش دجال کے گدھے (مرزا صاحب) کا کہنا تھا کہ ریل گاڑی دجال کا گدھا ہے۔ پر لاد کر لائی گئی اور قادیان کے ایک گڑھے میں ہمیشہ کے لئے دبا دی گئی۔ سو قادیانیوں کا مرزا صاحب کے بارے میں یہ عقیدہ ضرور ہے۔

۲۔ مرزا طاہر کے اس چیلنج کو پڑھ کر نگاہوں میں تھوڑی دیر کے لئے وہ منظر بھی دوڑ گیا کہ جب انبیاء کرام قیامت کے آنے کی خبریں دیتے اور قیامت کے برحق ہونے کا اعلان فرماتے تو کفار و منکرین کا بھی یہی وطیرہ وطریقہ تھا جو مرزا طاہر کا ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر قیامت برحق ہے تو پھر لا کر دکھاؤ۔

آخر کب یہ واقع ہوگا؟ قرآن کریم میں ہے:۔

ویقولون متٰی ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین ۰ — اور (یہ منکر) کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو (تو سامنے لا کر دکھاؤ)

مرزا طاہر اور کفار و منکرین کے انداز تخاطب کا موازنہ فرما لیجئے۔ مرزا طاہر کا بھی یہی سوال ہے کہ اگر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور انہیں اس دنیا میں آنا ہے تو تم لا کر دکھاؤ۔ آخر کب لاؤ گے؟ کفار و منکرین کے اس باطل و مردود قول کا رد کرتے ہوئے قرآن کریم نے انبیاء کرام علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے ہمیشہ کے لئے اعلان کرا دیا کہ:۔

قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین ۰ — آپ فرما دیجئے (کہ اس کی) خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

چنانچہ ہمارا جواب بھی قرآن کریم کی اس تعلیم کی روشنی میں یہی ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کب ہوگی؟ اس کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ جس طرح قیامت کا علم اسی کے پاس ہے؟ قیامت کے بارے میں جب ہمارا ایمان و ایقان ہے کہ اسے آنا ہے اسی طرح سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر بھی ایمان ہے کہ آپ قرب قیامت تشریف لائیں گے اور احادیث کریمہ اس پر شاہد ہیں۔

مرزا طاہر نے اختلاف کے ختم ہونے کا جو احمقانہ حل تجویز کیا ہے ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں ہے۔ آیئے ہماری ایک تجویز بھی سن لیجئے۔ جو آسان بھی اور قادیانیوں کو اس کا ثابت کرنا ضروری بھی۔ ہم امید کریں گے کہ مرزا طاہر اپنے دیئے ہوئے عنوان کی لاج رکھ کر اپنے پیغمبر کو کذاب ہونے سے بچائیں گے۔

مرزا طاہر اپنی ایک مجلس میں کہتے ہیں:۔

"آپ کا (یعنی مرزا غلام کا) دعویٰ یہ تھا کہ میں وہ امام مہدی ہوں جس کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی

اور یہی وہ مسیح ہوں جس کے آنے کی آپ نے پیش گوئی فرمائی"۔ (ٹیپ سے ماخوذ)

اس سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر تک سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام قادیانی مسیح موعود ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے چند احادیث پیش کیں۔ اور مخالفین کو بزعم خود خاموش کر دیا تھا۔ ہم مرزا طاہر سے صرف اور صرف پوچھنا چاہیں گے کہ وہ احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنیہ حدیث کی کون کون سی کتابوں اور قرآن کریم کی کن کن آیتوں میں موجود ہے۔ اگر ہے تو آئیے چشم ما روشن دل ما شاد جھگڑا ہی ختم۔ لیجئے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر مہر لگا دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودہویں صدی کے سر پر آئے گا۔
اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا (اربعین ۲ ص ۲۳)

غالباً مرزا طاہر اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ مرزا طاہر کتب احادیث میں کسی نبی کے حوالہ سے یہ دکھا دیں کہ انہوں نے کہا ہو مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر آئے گا نیز یہ وہ پنجابی ہوگا پھر جھگڑا ہی ختم۔

۳۔ مرزا طاہر کے صادق پیغمبر مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:۔

"ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا"

(براہین احمدیہ ص ۳۵۹)

مرزا طاہر "احادیث صحیحہ" کا حوالہ پیش کر کے اپنے صادق مرزا صاحب کو کذاب ہونے سے بچا لیں۔ تو بہت خوب ہو۔

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی ہی رقمطراز ہے۔

صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المہدی"
سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے"

(شہادۃ القرآن ص ۴۱)

بخاری شریف کا نام تو مرزا طاہر نے سنا ہی ہوگا۔ کمیاب و نایاب نہیں۔ ہر جگہ مل جاتی ہے عربی میں نہ پڑھ سکتے ہوں تو اردو و انگریزی میں بھی مل جاتی ہے کیا بخاری شریف میں مرزا صاحب کا دیا ہوا حوالہ موجود ہے۔ اگر ہے تو دکھا دیجئے۔ اگر نہیں تو مرزا صاحب کے کذاب ہونے کی سند ہم سے لیجئے۔

۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:۔

"علاوہ نصوص صریحہ قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودھویں صدی

وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہو گا۔" (تحفہ گولڑویہ صہ ۱۵۸)

حدیث شریف سے معاملہ اوپر کو اٹھا اور نصوص قرآن تک پہنچا۔ اب مرزا طاہر ہی بتائیں گے کہ قرآن کریم کے کس پارے میں کس سورت میں اور کس رکوع میں اور کس آیت میں مندرجہ بالا حوالہ "صریحہ" موجود ہے اگر ہے تو بہت خوب۔ اگر نہیں تو وہ کذاب ہے یا نہیں؟ آپ خود ہی فیصلہ کرلیں ع

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

۶- مرزا غلام احمد قادیانی رقمطراز ہے:۔

"نہ صرف حدیثوں میں بلکہ قرآن شریف سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے کیونکہ سورہ تحریم میں صریح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بنا پر خدائے تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ صہ ۳۶۱)

قرآن کریم کسی غار میں یا کسی تہہ خانہ میں ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ الحمدللہ ہر جگہ عام دستیاب ہے۔ مرزا طاہر بھی شاید اس کی تلاوت کا شرف نہیں تو کم از کم الماری کی زینت بنا کر رکھتے ہوں گے تو ذرا زحمت فرما کر "سورۂ تحریم" کی وہ صریح آیت تو دکھا دیں جس میں مرزا صاحب کا نام خدا نے عیسیٰ رکھا ہو۔ اور جھگڑا ختم فرما دیں۔

سر دست یہ مذکورہ حوالے پیش کئے ہیں ورنہ ع

قیاس کن ز گلستان من ز بہار مرا

آیئے ثابت کیجئے۔ اگر ثابت نہیں کر سکتے تو قادیانیت کو ترک کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو جایئے۔

بقیہ ص۳۶ سے : تین طلاق

کہ اس باب میں سب سے زیادہ قصور خود افراد معاشرہ کا ہے۔ جو دین کے بنیادی ضوابط سے واقفیت سے لاپرواہ ہیں۔ اسلام تو ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی تعلیم کا حصول فرض قرار دیتا ہے۔ لہذا اگر وہ زندگی کے اہم ضابطہ سے ناواقف ہے تو اس میں قصور خود اسی کا ہے۔ اب اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہو سکتا کہ قانون اور وہ بھی شریعت کا قانون بدل دیا جائے۔ بلکہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو طلاق کے مسائل اور اس کے سنت طریقے سے واقف کرایا جائے۔ مگر عوام اس معاملے میں اتنے لاپرواہ ہیں کہ طلاق کی جابجا وارداتوں کے باوجود انہیں ہوش نہیں آتا اور وہ واقعات سے کوئی سبق یا عبرت حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیشہ ایک ہی قسم کی غلطی کرتے رہتے ہیں۔ لہذا ضرورت ہے کہ عوام پوری سنجیدگی کے ساتھ نکاح وطلاق اور دیگر عائلی توانین سے واقفیت حاصل کریں۔

الفاضل الادیب العلامہ مولانا لطافت الرحمٰن سواتی

عبرات وزفرات

علی رحلة الشیخ الحدیث مولانا عبد الحق قدس اللہ سرہ العزیز

الا رفعت علوم الانبیاء … وَعَمّ الغَمّ فی کل الفضاء

تغیرت البلاد ومن علیها … اذا ما مات اتقی الاتقیاء

اذا مامات شیخ عبقریٌ … کریمٌ ماجدٌ بحرُ السخاء

اذا مامات عبد الحق عنا … وودّعنا بلا وعد اللقاء

محدّثُ عصرِہ اُستاذ کلٍ … خضمُّ العلم رأسُ الاولیاء

امامٌ حجةٌ ثبتٌ ذین … کسا ثوبَ الفناء الی البقاء

فقیدٌ لا یماثله فقید … بشیءٍ مِن مزایاہ اللقاء

ذوی علما ورشدا ثم تقوی … وکان کشیخه طود السناء

کأنّ حسینَ احمدَ قد تثنی … فهذا مثله فی الارتقاء

له اقصی مقام فی علوم … وارفعِ منزلٍ فی الاصطفاء

کأنّ وفاته موتُ العوالم … وهل یدنوہ قیس بالکفاء

بنی دار العلوم فکان فیها … کشمسٍ فی نجوم من سماء

تدور جنابه حَلَقاتُ علمٍ … ودرسِ حدیث خیر الانبیاء

تلمّذ عنه طُلابٌ اُلوفٌ … فهم علماء دینٍ لاهتداء

وتلک الدار مدرسةٌ بناها … الفقید علی جهود والغناء

تخرج من اکورةَ اهلُ علمٍ … ذوو فضل ودین واجتباء

وکان الشیخ منبعَ کل فضلٍ … ومرجعَ کل اصحاب الصفاء

تری بجبینه نوراً وضوءً … ولمعانَ التقدس والبهاء

وما استطیع ان اثنی علیه … واعجزُ عن حوارٍ فی الحزاء

فوا اسفی و وا ویلی و حزنی … بفقد امام رشد واقتداء

لاهل العلم ایتام بکاة … بدفن الشیخ فی رمس الثراء

وقد ابقی لهم خلفاً رشیداً … سمیع الحق اجدر بالثناء

ینوب مناب والدِہ المکرم … لما فیه الصلوح بلا امتراء

نعم الشیخ کان سعیدَ حظٍ … بهذا النجل موموق الابناء

وان لطافت الرحمان یرثی … اساتذة کباراً بالبکاء

PNSC 2 88 PID - Islamabad

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

فیض الباری علی صحیح البخاری | افادات: محدث العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ــــ چار جلد۔ ہر جلد ۵۰۰ صفحات سے زائد
قیمت درج نہیں ــــ ناشر: مولوی نظر شاہ صاحب ــــ ملنے کا پتہ: مکتبہ رشیدیہ، مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی

برصغیر پاک و ہند ہی نہیں دنیائے اسلام کے علمی و دینی حلقوں میں کون ہے جو حضرت الامام علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے نام سے واقف نہیں۔ مرحوم اکابر علماء دیوبند میں ممتاز مقام کے حامل اور علوم نبوت کے بحرِ ذخار تھے۔ خدا تعالیٰ نے بلا کا حافظہ، فہم و ذکاء اور جودتِ ذہن کی عظیم دولت مرحمت فرمائی تھی، اگر چاہتے تو ایک ہی نشست میں جس موضوع پر قلم اٹھاتے بیش قیمت کتاب ترتیب دے سکتے تھے۔ مگر اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے تصنیف و تالیف کی طرف کم توجہ دے سکے۔ مگر اس کے باوجود بھی آپ کی چھوٹی بڑی تصنیفات کی تعداد ۴۱ ہے۔ اس کے علاوہ حضرتؒ درسِ حدیث میں جو تقاریر فرماتے تو آپ کے لائق اور اجلّہ تلامذہ نے ان کے ضبط و ترتیب کا بھی اہتمام کر رکھا تھا، ان میں عرف الشذی، انوار المحمود، مسلم شریف کی املائی شرح اور انوار الباری کو خاص امتیاز حاصل رہا۔ مگر آپ کی مشہور ترین املائی تقریر "فیض الباری" (جو مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ نے تحریر کی ہے) کو جو مقام و استناد اور درس و تدریس میں استفادہ اور تداول حاصل ہوا وہ آپ کی تمام امالی اور تقاریر و تصنیفات میں بڑھ کر ہے۔ یہ کتاب چار جلدوں میں کئی بار چھپ چکی ہے اور علمی و دینی حلقوں، بالخصوص اساتذہ حدیث اور ریسرچ و تحقیق کے اداروں سے زبردست خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اب کے بار مولوی نظر شاہ صاحب نے بڑے شاندار طریقہ سے عمدہ کاغذ، بہترین اور مضبوط جلد بندی اور حتی الوسع کتابت کی اغلاط کی تصحیح کے اہتمام کے ساتھ شائع کر کے منظرِ عام پر لے آئے ہیں ــــ مکتبہ رشیدیہ کے جناب بابا عبدالشکور صاحب نے اس کا مکمل ایڈیشن خرید کر پورے ملک میں اس کی تقسیم و اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ یقیناً علمی حلقے اس کی بھرپور قدر کریں گے۔

رسولِ عربیؐ | ایک سکھ پروفیسر جی ایس دارا کا نذرانۂ عقیدت ــــ صفحات: ۱۴۴ ــــ قیمت ۶۶/- روپے
کاغذ سفید اور معیاری، عمدہ طباعت، مضبوط اور دیدہ زیب جلد بندی ــــ ناشر: سیرت اکیڈمی ۳۲ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آپ کی نبوت اور صداقت کے قطعی دلائل ہیں۔ اسی طرح آپ کی زندگی

کے ہر لمحے، سوانح حیات کے ہر گوشے اور کردار و عمل کے ہر زاویئے سے کمال اور اعجاز کی شان جھلکتی نظر آتی ہے۔ مؤمنین و مسلمین اور ماننے والے پیروکار تو معترف ہی رہے مگر جب نہ ماننے والوں نے آپؐ کی پاکیزہ حیات کے کسی بھی گوشے کا غیر متعصبانہ اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو انہیں بھی وہ (حضورؐ) ایک بہت بڑا رہنما، ایک عظیم اور سب سے بڑا انسان اور ایک ایسا انسان جس کی اگلوں پچھلوں میں مثال نہیں، دکھائی دیا۔ جناب پروفیسر جے ایس دارا صاحب بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔ موصوف کا تعلق سکھ مذہب سے ہے، مگر رسول عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور جس نکھرے انداز میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے دلچسپ انداز تحریر، جذبات و عقیدت کا اظہار ہر پیرائے میں اعتراف حقیقت اور اظہار صداقت، وہ تو بس ان ہی کا حصہ ہے۔ موصوف کتاب کا آغاز یوں کرتے ہیں:۔

"ایک صاحب کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا، جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی اُسے منہ مانگی مراد مل گئی، جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند　　آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند"

کتاب کی ہر سطر سے بے نفسی، بے تعصبی اور ہر ہر حرف سے اعتراف صداقت کی خوشبو ٹپکتی ہے۔ بقول مؤرخ اسلام مولانا سید سلیمان ندویؒ کے "ممکن تھا کہ یہ کتاب تاریخ کی حیثیت سے اس سے زیادہ بلند پایہ پر لکھی جا سکتی لیکن یہ ناممکن تھا کہ کوئی نا مسلم اس سے زیادہ خلوص و عقیدت کی نذر دربار رسالت میں پیش کر سکتا" ــــ کتاب کی عظمت و اہمیت اور ضرورت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ، عبدالحفیظ جالندھریؒ، مولانا عبدالماجد دریابادی، آنریبل شیخ سر عبدالقادر اور ناشر جناب حافظ عبدالرشید ارشد جیسے عظیم اکابر نے اس پر وقیع تقاریظ اور گرانقدر آراء کا اظہار کیا ہے۔ تاہم بعض جگہوں پر ان سے تسامح بھی ہوا ہے کہ ایسا ہونا ناگزیر بھی تھا ــــ کتاب اس سے قبل بھی چھپ چکی ہے۔ مگر اب کے بار جناب حافظ عبدالرشید ارشد کے ذوق انتخاب اور عمدہ ذوق طباعت کے پیش نظر جس شان سے اور جس قدر عمدہ، دیدہ زیب اور بلند معیار پر طبع ہوئی ہے خدا کرے کہ قارئین اور عامۃ المسلمین بھی اسی شان اور جذبۂ عشق و محبت کے پیش نظر اس کتاب کے مطالعہ اور اشاعت و تقسیم میں بھرپور دلچسپی لے سکیں۔

کشف الحقائق شرح کنز الدقائق | تالیف: الامام الفقیہ علامہ الشیخ عبدالحکیم افغانیؒ ــــ صفحات: جلد اول ۵۴۳ جلد دوم ۴۵۴ ــــ قیمت مکمل سیٹ -/۲۲۰ روپے ــــ ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ڈی ۴۳۷/۷ گارڈن ایسٹ کراچی ۵ (پاکستان)

علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفیؒ کی علم فقہ میں مشہور کتاب وافی اور پھر اس کی شرح کافی اور اس کی تلخیص "کنز الدقائق" کو قبول عام اور نفع تمام کے اعتبار سے جو استناد اور مرجعیت حاصل ہوئی ہے وہ علم فقہ کے کسی بھی طالب علم سے مخفی نہیں۔

"کنز الدقائق" کو درس نظامی کے فقہی شعبہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر دور میں اکابر ائمہ فن اور فقہاء عظام کی توجہ تعلیم و تدریس اور شرح و توضیح کا محور رہی ہے۔ اس کی دسیوں شروحات لکھی گئیں۔ معروف مصنف علامہ عبدالحکیم افغانی م ۱۳۲۶ھ نے بھی اپنی دیگر اہم و قیع تصنیفات کی طرح شرح کنز پر بھی خصوصی توجہ دی اور "کشف الحقائق" کے نام سے ایک مختصر مگر جامع شرح تالیف فرمائی۔ موصوف عظیم فقیہ، زاہد، صاحب علم و فضل اور باکمال مدرس تھے۔ جامعۃ الازہر کے اکابر علماء اور مشائخ موصوف کی عظمت اور فقہی تصلب کے معترف اور مداح تھے۔ "کشف الحقائق" میں موصوف کا اسلوب، سہل، اختصار مگر جامعیت کا ہے، جسے عربی اور فقہ سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے طلبہ بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ موصوف عام شارحین کی طرح صور محتملہ اور اس مسئلہ کے طویل مباحث سے اجتناب کرتے ہیں، بحث سے متعلقہ دلیل پر جرح و تعدیل کے اصول سے پوری نظر رکھتے ہیں۔ دلائل متعارضہ میں ایک جید عالم، محدث اور فقیہ کی طرح تطبیق یا ترجیح کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ درایۃ اور روایۃ کی جمع میں علامہ ابن الہمامؒ کی "شرح الہدایہ" اور ملا علی قاریؒ کی "شرح النقایہ" کا اسلوب اپناتے ہیں۔

بہرحال اختصار و تسہیل اور تدریس کے اعتبار سے یہ شرح اساتذہ اور طلبہ کے لیے بے حد نافع اور مفید ہے۔ "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" نے اسے دو جلدوں میں عمدہ طباعت اور مضبوط و دیدہ زیب جلد بندی کے ساتھ طبع کرایا ہے، یقیناً اہل علم اس کی قدر کریں گے۔

کتاب الطہارۃ (طہارت کے مسائل) | مؤلف: محمد اقبال کیلانی — صفحات ۸۸ — قیمت: وقف للہ

ناشر: حدیث پبلیکیشنز، حضرت کیلیانوالہ براستہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

اسلام کے بنیادی ارکان میں نماز کو اولیت اور فوقیت حاصل ہے اور اس بارے میں قرآن و حدیث کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے، لیکن صحت نماز کے لیے طہارت ضروری اور اولین شرط ہے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب میں طہارت اور پاکیزگی کے بارے میں کتب احادیث سے احادیث صحیحہ کا جتنا حصہ میسر آسکا فاضل مؤلف نے کمال حسن اسلوبی سے یکجا کیا ہے۔ اس سے پہلے "کتاب الجنائز" اور اسی طرح دیگر معلوماتی رسائل اس ادارہ کی جانب سے مفت تقسیم کیے جا چکے ہیں۔ اور بقول مرتب احادیث صحیحہ کی روشنی میں مسائل کی اشاعت سے ہمارے پیش نظر درج ذیل مقاصد ہیں:۔ (۱) لوگوں میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے کا رواج اس طرح عام ہو جس طرح کہ خیر القرون میں تھا۔ (۲) دینی مسائل کو حدیث رسولؐ کے حوالے سے قبول کرنے کی سوچ اور فکر پیدا ہو۔ (۳) حدیث رسولؐ کی آئینی حیثیت اور شرعی مقام لوگوں کے اذہان میں جاگزیں ہو۔ —— زیر تبصرہ کتاب "کتاب الطہارت" کے مسائل ان دو پہلوؤں "۱ اسلام کا تصور طہارت بمقابلہ دیگر ادیان اور ۲ بعض مسائل طہارت اور فتنہ انکار حدیث" سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس مختصر مگر جامع رسالہ سے خوب خوب استفادہ کیا جائے گا۔ (م۔ا۔ف)

فوٹ:۔ کتاب منگوانے کے لیے -/۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ اور جواب طلب امور کے لیے جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

Safety
instant milk